ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

جلد ۵، شمارہ ۲

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ
پاکستان

UNDP
پاکستان

Schweizerische Eidgenossenschaft
Confédération suisse
Confederazione Svizzera
Confederaziun svizra

Swiss Agency for Development and Cooperation SDC

© UNDP Pakistan

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان، ملک میں اہم ترقیاتی مسائل اور مشکلات پر خیالات کے تبادلہ کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ اس کے ہر سہ ماہی شمارے میں ترقی سے متعلق ایک موضوع کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے عوامی بحث کی راہ ہموار کی جائے گی اور سوّل سوسائٹی، تدریسی حلقوں، حکومت اور ترقیاتی پارٹنرز کے مختلف نقطہ نظر پیش کئے جائیں گے۔ اس جریدے کے ذریعے ہونے والی بحث میں نوجوانوں اور خواتین کی آراء شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ تجزیوں اور رائے عامہ پر مبنی آرٹیکلز ترقی سے متعلق نئے خیالات پر بحث کو فروغ دیں گے اور اس کے لئے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ تازہ ترین معلومات بھی پیش کریں گے۔

ایڈیٹوریل بورڈ

اگنیشیو ارتزا
کنٹری ڈائریکٹر، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

حامد رضا آفریدی
پالیسی ایڈوائزر/ سفارتخانہ سوئٹزرلینڈ

شکیل احمد
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف، ڈویلپمنٹ پالیسی یونٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

عادل منصور
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف، بحران کی روک تھام اور بحالی یونٹ
اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

قیصر اسحاق
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف، جمہوری طرز حکمرانی یونٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

امان اللہ خان
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف انوائرمنٹ اینڈ کلائمیٹ چینج یونٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

فاطمہ عنایت
کمیونیکیشنز اینالسٹ، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ، پاکستان

وضاحت

اس جریدے میں شامل ایڈیٹوریل بورڈ کے ارکان یا دیگر بیرونی افراد کی تحریروں میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں کہ اس ادارے کے خیالات کی عکاسی کرتے ہوں جن کے لئے وہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی آراء ایک ادارے کی حیثیت سے اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ایڈیٹوریل ٹیم: ماہین حسن، عمر ملک

ڈیزائنر: حسنات احمد

پرنٹر: النور پرنٹرز، اسلام آباد

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ
چوتھی منزل، سیرینا بزنس کمپلیکس،
خیابان سہروردی، سیکٹر G-5/1،
پی او بکس 1051، اسلام آباد، پاکستان

اپنی تحریریں اور جوابی آراء ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں: pak.communications@undp.org

ISBN: 978-969-8736-22-7

فہرست

مارچ ۲۰۱۸

تجزیئے

02 پاکستان میں باہمی افزائش کے محرک
ڈاکٹر عبدالصبور اور دانش خان

آراء

12 اقتصادی راہداری کی ترقی اور پاکستان میں کثیر جہتی غربت
گنتر سوگیارتو اور دیوان مشتاق

14 انٹرپرینیورشپ، ٹیکنالوجی اور جدت: ریاست بطور تبدیلی کی قوت
ڈاکٹر شوکت حمید خان

18 زراعت اور سب کی شمولیت پر مبنی افزائش میں دیہی معیشت کا کردار:
مسائل، امکانات اور پالیسی ترجیحات
نزہت احمد

20 صنعتی پالیسی: سب کی شمولیت پر مبنی
افزائش کے فروغ میں درپیش مشکلات اور مواقع
شاہد جاوید برکی

انٹرویو

23 ڈاکٹر شہباز خان
مینجنگ ڈائریکٹر
خیبر پختونخواہ انفارمیشن بورڈ (کے پی آئی ٹی بی)

25 شاندانہ ہمایوں خان
چیف ایگزیکٹو آفیسر
رورل سپورٹ پروگرام نیٹ ورک (آر ایس پی این)

26 ندیم جاوید
سابقہ چیف اکانومسٹ
وزارت منصوبہ بندی، ترقی و اصلاحات

28 طاہرہ رضا
سابقہ صدر
فرسٹ ویمن بینک

نوجوانوں کی آواز

29 حبا قاضی
حیدر شہزاد
سلمان عارف
صائمہ یوسف
صفیہ ثناء اللہ
علینہ تقی
ماماں قادر
خورشید زہیب
فریدوں گوگال
دیار خان
عمران خان
اغالہ اسفند
روشن سبزل
ہیبت اللہ
عبیدہ ثانیہا
جعفر جہانگیر

Follow us

/undppakistan

www.twitter.com/undp_pakistan

www.pk.undp.org

© UNDP Pakistan

اداریہ

باہمی شمولیت پر مبنی افزائش اور انسانی ترقی

'پاکستان نیشنل ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ، 2017' اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پاکستان کے مختلف اضلاع اور شہروں کے درمیان انسانی ترقی یا 'ہیومن ڈویلپمنٹ' کے اعتبار سے شدید فرق پایا جاتا ہے۔ لاہور کا 'ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس' (ایچ ڈی آئی) 0.877 ہے جو اوسط کے اعتبار سے فرانس اور سپین کے برابر ہے۔ یہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور کئی دوسرے ممالک کے اوسط ایچ ڈی آئی سے بھی زیادہ ہے۔ لاہور اور پاکستان کے پانچ دیگر اضلاع ''بہت بلند'' ترقی کی کیٹیگری میں آتے ہیں۔

اس کے برعکس پاکستان کے 14 اضلاع، جن میں زیادہ تر بلوچستان کے اضلاع شامل ہیں، ایچ ڈی آئی کی قدروں کے اعتبار سے نائیجیریا اور جنوبی سوڈان جیسے کئی غریب ترین ممالک سے بھی بدتر ہیں۔ اسی طرح 'پاکستان نیشنل ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ' کے مطابق خواتین کا ایچ ڈی آئی مردوں کے مقابلے میں 25 فیصد کم ہے۔ افرادی قوت میں خواتین کی شمولیت کا موازنہ بھارت، بنگلہ دیش اور سری لنکا جیسے ملکوں کے ساتھ کریں تو 24.9 فیصد کی شرح پر یہ سب سے کم ہے۔ مختلف علاقوں کے درمیان اور صنف کی بنیاد پر انسانی ترقی میں پائی جانے والی عدم مساوات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں افزائش سب کی شمولیت پر مبنی نہیں ہے۔

تاہم ملک میں سب کی شمولیت پر مبنی افزائش کے بے پناہ مواقع موجود ہیں۔ آبادی میں موجود نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اگر مہارتوں اور استعداد سے لیس کر دیا جائے تو وہ نہ صرف افزائش کا محرک بن سکتے ہیں بلکہ دو وجوہ کی بناء پر ان کی شرکت سب کی شمولیت میں بھی مزید بہتری لائے گی۔ اول، نوجوان آبادی کا سب سے بڑا طبقہ ہیں۔ دوم، خواتین کی طرح تاحال وہ بھی افزائش کے عمل سے پوری طرح مستفید نہیں ہو سکے۔ ملک میں بیروزگاری کی مجموعی شرح کے مقابلے میں نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح بلند ہے۔

ٹیکنالوجی اور دیگر شعبوں میں جدت کی بدولت افزائش اور ذرائع معاش کی نئی راہیں کھل رہی ہیں۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے جدت اور انٹرپرینیورشپ (Entrepreneurship) کے فروغ کے لئے فنڈز کے مختلف طریقے وضع کئے ہیں اور انکیوبیشن کے ادارے (Incubation Facilities) بھی قائم کئے ہیں۔ نوجوان انٹرپرینیورز کے کچھ سٹارٹ اپس (Startups) نے شاندار نتائج دکھائے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں جدت کو اگر پائیدار بنا دیا جائے اور اسے مزید وسعت دی جائے تو یہ سب کی شمولیت پر مبنی افزائش میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس سے معیشت میں تنوع پیدا ہو گا اور علوم پر مبنی خدمات کا شعبہ وجود میں آئے گا۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کی بدولت سب کی شمولیت پر مبنی افزائش کا ایک اور موقع پیدا ہو گیا ہے۔ سی پیک کے منصوبوں سے توانائی اور بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں افزائش کی راہ میں حائل بعض اہم رکاوٹوں پر قابو پانے میں واقعی مدد ملے گی۔ تاہم سب کی شمولیت اور پائیداری سے متعلق پہلوؤں کو بھی اگر سی پیک کا حصہ بنا دیا جائے تو یہ ترقی کو متوازن بنانے میں بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔

سب کی شمولیت یقینی بنانے کے لئے سی پیک کے تحت غریب ترین علاقوں اور اضلاع کو منڈیوں کے ساتھ جوڑنے کی خصوصی کوششیں ہونی چاہئیں۔ معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کرنے والے منصوبوں کو سی پیک کے تحت ترجیحی حیثیت دی جائے۔ ضمنی منصوبوں مثلاً مہارتوں میں بہتری، غریب علاقوں کو سی پیک کے مرکزی روٹ سے ملانے کے لئے بنیادی ڈھانچے کی ترقی، معاشی سرگرمیوں میں خواتین کی شمولیت کو فروغ دینے کی خصوصی سرگرمیوں سے سی پیک میں سب کی شمولیت مزید بہتر ہو جائے گی۔

سی پیک کے معاشی اثرات کے ساتھ ساتھ اس بات کا اندازہ لگانا بھی ضروری ہے کہ سی پیک کی بدولت پائیداری کے اشاریوں میں کس قدر بہتری آئے گی۔ سب جانتے ہیں کہ آبادی کا ایک بڑا طبقہ یعنی تقریباً 60 فیصد آج بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر زراعت پر انحصار کرتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی زراعت پر براہ راست اثر دکھاتی ہے اور اس بناء پر زرعی شعبے سے وابستہ افرادی قوت کے تقریباً 40 فیصد کی زندگیاں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ملکوں میں پاکستان ساتویں نمبر پر آتا ہے۔ لہٰذا سی پیک کے منصوبوں میں ماحولیات اور موسمیاتی تبدیلی کے پہلوؤں کو بھی پوری طرح شامل کرنا ضروری ہے تا کہ افزائش کا عمل سب کی شمولیت پر مبنی بھی ہو اور پائیدار بھی۔

ایک حالیہ تحقیق سے سامنے آیا ہے کہ عدم مساوات طویل مدتی معاشی افزائش میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آمدن اور غیر آمدن دونوں لحاظ سے عدم مساوات کی ابتدائی سطح جتنی بلند ہو گی آمدنی میں فی کس افزائش کا غربت میں کمی پر اثر اتنا ہی کم ہو گا۔ معاشی افزائش سے جب غریبوں، خواتین، نوجوانوں، اقلیتوں اور دیگر محروم طبقات سمیت معاشرے کے تمام طبقات کے لئے شمولیت کے مواقع پیدا ہوں تو طویل مدتی اعتبار سے یہ زیادہ پائیدار ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو نوجوانوں کو ساتھ ملانے، علاقائی عدم مساوات کو دور کرنے اور سی پیک پر سرمایہ لگانے کے اہم مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

یہ امر حوصلہ افزاء ہے کہ انسانی ترقی حکومتی ایجنڈا کے اولین موضوعات میں شامل ہے۔ پاکستان کے جو خطے اور اضلاع انسانی ترقی کے اعتبار سے پیچھے ہیں معاشی لحاظ سے بھی وہی غریب ہیں۔ ان علاقوں کو منڈیوں کے ساتھ جوڑنے اور ان کی معاشی افزائش میں ایک نئی قوت پیدا کرنے سے نہ صرف افزائش کا عمل سب کی شمولیت پر مبنی ہو گا بلکہ انسانی ترقی کی رفتار میں بھی تیزی آئے گی۔

پاکستان میں باہمی افزائش کے محرک

نوٹ: مرکزی تجزیہ پیر مہر علی شاہ بارانی زرعی یونیورسٹی، راولپنڈی کے ڈین فیکلٹی آف سائنسز ڈاکٹر عبدالصبور اور ان کی ٹیم (سائرہ سعید، سدرا نذیر، حسن شہزاد، عمران احمد راؤ، خاور حسن اور قاسم رضا) اور یونیورسٹی آف ماساچوسٹس میں معاشیات میں پی ایچ ڈی کے امیدوار دانش خان کی مشترکہ کاوش ہے۔

تعارف

پاکستان کو معاشی افزائش کے سنگین چیلنج کا سامنا ہے جو پائیدار ہے نہ سب کو اپنے دائرے میں شامل کرتی ہے۔ جزوی طور پر اس لئے کہ وسائل بالخصوص اراضی کا جھکاؤ ایک خاص سمت میں ہے اور کسی حد تک اس کا سبب یہ ہے کہ تقسیم کی عوامی پالیسیوں کا فقدان ہے۔ دنیا کی 26 ویں بڑی معیشت[1] ہونے کے باوجود ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس (ایچ ڈی آئی) پر پاکستان کا رینک 147 ہے۔[2] پاکستانی معیشت کے حجم اور ایچ ڈی آئی پر اس کی کارکردگی کے درمیان پایا جانے والا یہ تضاد کئی حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے۔ آمدنی کی سطح کے مقابلے میں اہم سماجی اشاریوں پر اس کی کارکردگی نمایاں حد تک پست ہے۔ ایچ ڈی آئی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی موجودہ معاشی ترقی نے کئی لوگوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور جب تک بنیادی ڈھانچے میں اصلاحات نہیں لائی جائیں گی موجودہ سماجی و معاشی عدم مساوات اسی طرح برقرار رہے گی۔

باہمی افزائش یا سب کی شمولیت پر مبنی افزائش (Inclusive Growth) سے مراد معاشی افزائش کا ایک ایسا عمل ہے جو روزگار اور بنیادی ضروریات مثلاً تعلیم اور صحت تک رسائی کے مواقع میں برابری پیدا کرتا ہے۔ اسے حقیقت کا روپ تبھی دیا جاسکتا ہے کہ یکساں مواقع پر مبنی ماحول پیدا کر کے اور مساویانہ مواقع فراہم کر کے محروم طبقات کو اس عمل میں شامل کیا جائے۔

باہمی افزائش کا تصور امرتیا سین کے فلسفیانہ بیانیہ سے ابھر کر سامنے آیا ہے۔ استعداد یا صلاحیتوں کے بارے میں ان کی سوچ معیار زندگی بہتر بنانے کی بات کرتی ہے۔ اس بناء پر باہمی افزائش دراصل استعداد اور فعال حیثیت پر امرتیا سین کے خیالات کا پالیسی جواب ہے۔

پائیداری، باہمی افزائش کا ایک اہم جزو ہے۔ معاشی ترقی اگر عدم مساوات کو جنم دے تو یہ زیادہ دیر نہیں چل سکتی اور یوں افزائش کو غیر باہمی بنا دیتی ہے۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کے مطابق باہمی افزائش سے مراد ''افزائش کی رفتار بڑھانے کے لئے اس کا حجم اور اس میں شرکت کو بڑھانا اور سرمایہ کاری کے ذریعے پیداواری صلاحیت بڑھانا ہے''۔

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ (یو این ڈی پی) کے مطابق باہمی افزائش ایک ثمر بھی ہے اور عمل بھی۔ یہ اس امر کو یقینی بناتی ہے کہ ہر شخص افزائش کے عمل میں حصہ لے، اور اس کے ثمرات میں برابر حصہ دار ہو۔ اسی طرح ادارہ برائے معاشی تعاون و ترقی (او ای سی ڈی) کے مطابق یہ نہ صرف ''آمدنی میں شراکت پیدا کرنے بلکہ معاشی افزائش سے حاصل ہونے والی آمدنی کی مساویانہ تقسیم'' کا نام ہے۔

جاری بنیاد پر افزائش کو آگے بڑھانے اور اسے غریب حامی بنانے میں کئی طرح کے محرکین سرگرم رہتے ہیں۔ انہیں سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی محرکین کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ان محرکین کو ملکی پالیسیوں کی سٹریٹجک منصوبہ بندی میں شامل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

افزائش کا ڈھانچہ غربت کی کمی کے تعین میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ تاہم آمدنی کی تقسیم میں جھکاؤ نہ صرف افزائش کی رفتار سست کر دیتا ہے بلکہ غربت پر بھی منفی اثرات دکھاتا ہے۔ آمدنی کی بلند عدم مساوات معاشی افزائش یا غربت میں کمی دونوں کے لئے سازگار نہیں ہے۔[3] پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کے تحت 2030 تک غربت کو صفر تک لانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔[4] آمدنی کی عدم مساوات کی مسلسل موجودگی میں اس مقصد کا حصول انتہائی مشکل ہوگا۔

غربت، افزائش اور عدم مساوات کا باہمی تعلق

پاکستان میں معاشی افزائش خاصی بے ترتیب سی رہی ہے لہٰذا غربت اور عدم مساوات پر اس کے اثرات بھی کچھ ایسے ہی ہیں۔ وقت کے ساتھ زراعت (جس کا حصہ 1960 میں 44 فیصد تھا اور 2017 میں کم ہو کر 22.88 فیصد پر آگیا) کی جگہ خدمات کا شعبہ (1960 میں اس کا حصہ 38 فیصد تھا جو 2017 میں بڑھ کر 53.09 فیصد تک پہنچ گیا) معاشی افزائش کا کلیدی محرک بن چکا ہے۔ جدول 1 میں مختلف شعبوں کے لحاظ سے افزائش کے رجحانات ظاہر کئے گئے ہیں جس میں خدمات کا شعبہ سب

جدول 1: شعبوں کے لحاظ سے معاشی افزائش کے رجحانات

سال	جی ڈی پی	زراعت	صنعت	کارخانہ سازی	خدمات
1950	3.5	1.7	8.2	7.7	3.1
1960	6.8	5.1	10.9	9.9	6.7
1970	4.8	2.4	6.1	5.5	6.3
1980	6.5	5.4	7.6	8.2	6.7
1990	4.6	4.4	4.3	4.8	4.6
2006	5.4	2.2	7.4	9.3	5.9
1950-2006	5.2	3.7	7.3	7.4	4.9
2017	3.9	2.2	5.6	5.1	5.9

ذریعہ: عشرت حسین، ''Pakistan's Growth Experience 1947-2007''

1 قوت خرید کی رو سے جی ڈی پی میں معمولی ردوبدل کی بنیاد پر، حجم کے اعتبار سے پاکستانی معیشت 40 ویں بڑی معیشت ہے۔
2 ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس (ایچ ڈی آئی) کو معاشرے کی مجموعی آسودگی کی پیمائش کے لئے قریبی اندازے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں فی کس آمدنی، تعلیم اور صحت کے ثمرات کی پیمائش کی جاتی ہے۔
3 عبدالصبور، ذاکر حسین (2005)۔ The Dynamics of Rural Poverty in Pakistan: A Time Series Analysis۔ جو یہاں سے دستیاب ہے:
http://www.lahoreschoolofeconomics.edu.pk/EconomicsJournal/Journals/Volume%2010/Issue%201/Saboor.pdf
4 سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ نالج پلیٹ فارم۔ مزید معلومات کے لئے دیکھیں: https://sustainabledevelopment.un.org/sdgs

جدول 2: گھرانوں، رقبے، مشترکہ فصل والے اور غریب گھرانوں کے تناسب کے لحاظ سے درجہ بندی

کھیت کا رقبہ (ایکڑ)	دیہی گھرانوں کی درجہ بندی (فیصد)	غربت کی درجہ بندی (فیصد)	فعال گھرانوں کی درجہ بندی (فیصد)	فعال ایکڑوں کی درجہ بندی (فیصد)	مشترکہ فصل والے گھرانوں کی درجہ بندی	مشترکہ فصل والے کل گھرانوں میں مشترکہ فصل والے غریب گھرانوں کا تناسب (فیصد)	غیر مشترکہ فصل والے کل گھرانوں میں غیر مشترکہ فصل والے غریب گھرانوں کا تناسب (فیصد)
بے زمین	65	72					
صفر سے زیادہ لیکن 3 سے کم	13	13	39	8	17	51	42
3ایکڑ اور زیادہ لیکن 5 سے کم	7	5	19	11	18	62	32
5ایکڑ اور زیادہ لیکن 12.5 سے کم	11	8	31	36	53	52	27
12.5ایکڑ اور زیادہ لیکن 25 سے کم	3	1	8	19	10	39	18
25ایکڑ اور زیادہ لیکن 50 سے کم	1	0.2	2	9	0.9	24	10
50ایکڑ اور زیادہ لیکن 75 سے کم	0.3	0.1	1	7	0.4	0	11
75ایکڑ اور زائد	0.1	0.03	0.4	11	0	0	9
ٹوٹل	100	100	100	100	100	52	33

ذریعہ: یہ اعداد و شمار ادارہ شماریات پاکستان کا 11-2010 کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کئے گئے ہیں۔

سے آگے دکھائی دیتا ہے جس کے بعد صنعت، کارخانہ سازی اور آخر میں زراعت کا شعبہ آتا ہے۔ بلند معاشی افزائش اس بناء پر بھی آمدنی کی عدم مساوات کی ایک علامت ہو سکتی ہے کہ آمدنی چند ہاتھوں میں جمود کا شکار ہے۔

کسی حد تک اس رجحان نے بھی عدم مساوات پر اپنا اثر دکھایا ہے کیونکہ پاکستان میں آبادی کا ایک بڑا حصہ دیہی علاقوں میں مقیم ہے یا دیہی معیشت سے وابستہ ہے۔ زرعی شعبے میں اراضی کی تقسیم میں جھکاؤ نے بھی عدم مساوات میں بگاڑ پیدا کیا ہے (جدول 2)۔ رہی سہی کسر پالیسی ماحول نے پوری کر دی ہے جس نے زیادہ تر امیر اور مشینی طریقے اپنانے والے کاشت کاروں کو ہی فائدہ پہنچایا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کئی دہائیوں سے پاکستان کے دیہی علاقے غربت کی علامت بنے ہوئے ہیں۔

اراضی چند ہاتھوں میں سمٹ جانے سے ہمارے زرعی معاشرے میں جاگیر داری نظام طاقتور ہو گیا ہے جو سیاسی نظام کو چلانے کا ہنر بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ زراعت کو کسی سیاسی اثر و رسوخ سے پاک، تیز ترقی کی راہ پر واپس ڈالنے کے لئے ایک جامع منصوبے کی ضرورت ہے۔ گزرے سالوں میں شعبہ زراعت کو کئی مسائل کا سامنا رہا ہے جن میں جدید ٹیکنالوجی اور بنیادی آلات کی کمی، موسمیاتی تبدیلی، مہنگی کھادوں، پانی کی کمی، کمزور نہری نظام اور کسانوں کی غیر موزوں مہارتوں جیسے مسائل قابل ذکر ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر شعبہ زراعت میں تیزی سے ترقی دیکھنے میں آئی ہے جہاں انفارمیشن کمیونیکیشن ٹیکنالوجی سے بھی استفادہ کیا جا رہا ہے لیکن پاکستان وقت کے ساتھ آگے بڑھنے میں ناکام رہا ہے۔ اس ضمن میں بڑا چیلنج ماہر افرادی قوت کی کمی ہے۔ یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے اس معیار کی تحقیق پیدا کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں رہے جس سے ملک میں جاری صنعتی عمل کے نقطہ نظر سے زراعت کو مدد مل سکتی۔ نتائج کسی حد تک ہمیں اس شعبے میں زوال افزائش (جس کا ثبوت گزشتہ کچھ سالوں سے زراعت کی منفی افزائش کی صورت میں ہمارے سامنے ہے) کی صورت میں اور کسی طور معاشی وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم کی شکل میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

60-1950 کے دوران پاکستان نے ایک ترقیاتی حکمت عملی اپنائی جس کے تحت درآمدی متبادل کی پالیسیوں کے ذریعے صنعتی عمل کو فروغ دیا گیا۔ یہ پاکستان میں تیز معاشی افزائش کا دور تھا۔ تاہم بعد کے سالوں میں نیشنلائزیشن کی پالیسی کے ذریعے نجی شعبے کا کردار بہت کم کر دیا گیا۔ ریاست کی سربراہی میں بھاری صنعتوں کو فروغ دیا گیا۔ انجینئرنگ، سیمنٹ، تیل ریفائنریوں، کیمیکلز اور کئی دیگر صنعتوں کے ساتھ ساتھ جہاز سازی، بینکاری، بیمہ زندگی اور بجلی سہولیات کو بھی نیشنلائز کر دیا گیا۔ چاول اور کپاس کی برآمدی تجارت پر ریاستی اجارہ داری قائم کر دی گئی۔ نیشنلائزیشن کی وجہ سے نجی شعبے میں سرمایہ کاری ختم ہو کر رہ گئی اور معاشی افزائش تیزی سے ماند پڑنے لگی۔

1980 کی دہائی میں نجکاری کا ایک آہستہ رو عمل شروع کیا گیا۔ صنعتوں کو آہستہ آہستہ ڈی نیشنلائز کیا گیا تاہم بھاری صنعتوں میں سرکاری شعبے کے بڑے سرمایہ کاری پروگراموں کا سلسلہ جاری رہا۔ بینکاری شعبے پر ریاستی ملکیت برقرار رکھی گئی اور اسے استعمال کرتے ہوئے من پسند لوگوں کو کم شرح سود پر رقوم فراہم کی گئیں۔ بین الاقوامی امداد کی شکل میں بھاری سرمایہ ملک میں آیا۔ اس سرمائے کے ساتھ ساتھ بیرون ملک مقیم کارکنوں کی طرف سے ترسیل زر میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 1980 کی دہائی میں پاکستان میں تیز رفتار معاشی افزائش دیکھنے کو ملی۔ لیکن یہ زیادہ دیر نہ چل سکی کیونکہ اس کے ساتھ ساتھ مالی اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ بڑھ رہا تھا جسے پورا کرنے کے لئے اندرون ملک سے قرضے لئے گئے اور بیرون ملک سے آنے والی بھاری امداد اس کی نذر ہو گئی۔

1988 کے بعد کے دور میں بڑے پیمانے پر پالیسی اصلاحات بشمول نجکاری، سرمایہ کاری کی ڈی ریگولیشن، تجارتی لبرلائزیشن، مالیاتی

جدول 3: پالیسی و منصوبہ بندی کے لحاظ سے پنجسالہ منصوبوں کا جائزہ

پنجسالہ منصوبے	پالیسیاں	عملدرآمد اور نتائج	غریب حامی / سب کی شمولیت پر مبنی سوچ کے لحاظ سے کارکردگی
پہلا پنجسالہ منصوبہ (60-1966)	قومی آمدنی میں اضافہ، صنعتی و زرعی شعبے کا استحکام، ریلوے کی بحالی، سکول داخلے کی شرح میں بہتری، روزگار کے مواقع پیدا کرنا، علاقائی عدم مساوات میں کمی	قومی آمدنی میں 13 فیصد تک اضافہ، روزگار کی صورتحال بدتر ہو گئی، صنعتی شعبے میں ترقی ہوئی، شرح خواندگی کم ہوئی۔	B
دوسرا پنجسالہ منصوبہ (1960-1965)	اشیائے خورد و نوش میں خود کفالت کا حصول، اشیائے خورد و نوش کی درآمد میں کمی، نجی شعبے کے لئے کوئی صنعتیں مخصوص نہیں، غیر ملکی سرمائے میں مثبت تبدیلی لائی جائے۔	نجی شعبے کو زیادہ سہولیات ملنے سے صنعتوں کے قیام میں تیزی آئی جس کے نتیجے میں روزگار کے زیادہ مواقع پیدا ہوئے۔	A

تیسرا پنجسالہ منصوبہ (1965-1970)	نجی شعبے کی سرمایہ کاری کا فروغ، چھوٹے کاروباری اداروں کا فروغ، بھارت کے ساتھ جنگ نے مختلف منصوبوں پر نمایاں اثرات مرتب کئے۔	چھوٹے کاروباری اداروں نے ترقی دکھائی۔زرعی شعبے کے مقابلے میں صنعتی شعبے میں ترقی زیادہ رہی۔	A
چوتھا پنجسالہ منصوبہ (1970-1975)	صنعتی شعبے کے حصے میں کمی آئی جس کا بڑا سبب بنگلہ دیش کی علیحدگی تھا۔مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پنجسالہ منصوبہ ترک کر دیا گیا۔	کارخانہ سازی کا شعبہ زوال کا شکار ہوگیا، سرمایہ کاری کی سطح پست رہی اور خام مال کی قلت رہی۔	C
پانچواں پنجسالہ منصوبہ (1978-1983)	دفاعی اخراجات میں اضافہ ہوا اور پاکستان میں پناہ گزینوں کا سیلاب آگیا، پاکستان سٹیل مل، کھاد اور سیمنٹ کارخانوں کے تعمیراتی کام کی تکمیل پر زور دیا گیا۔	صنعتی شعبے کے اہداف حاصل کر لئے گئے، ادائیگیوں کا توازن قابو میں رہا۔	C
چھٹا پنجسالہ منصوبہ (1983-1988)	سرمایہ کاری اور بچت کے پست تناسب اور پست زرعی پیداوار کو درست کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا، درآمدی توانائی پر بہت زیادہ انحصار کیا گیا صحت اور تعلیم۔	1986-87 میں خشک سالی کے باوجود افزائش کے اہداف عمدہ طریقے سے پورے کئے گئے، بڑے پیمانے کی اور کارخانہ سازی کی صنعتوں کی افزائش تسلی بخش رہی۔	B
ساتواں پنجسالہ منصوبہ (1988-93)	توانائی، ٹرانسپورٹ، مواصلات، پانی، بنیادی ڈھانچے اور رہائشی سہولیات پر زیادہ زور دیا گیا۔کارپوریشنوں پر سرمایہ کاری کم کر دی گئی۔	اس عرصے کے دوران نجی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا لیکن صنعتوں کے حصے میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی۔	B
آٹھواں پنجسالہ منصوبہ (1993-98)	زراعت کے مقابلے میں صنعتی ترقی اور بجٹ خسارہ کم کرنے کے لئے ٹیکس ڈھانچے کی توسیع اور زرعی ٹیکسوں پر عملدرآمد پر زیادہ زور دیا گیا۔	نجکاری اور ڈی ریگولیشن نے مثبت اثر دکھایا، چھوٹی صنعتوں کی افزائش کی شرح بلند رہی، کارخانہ سازی کی صنعت میں بھی مثبت رجحان دیکھنے کو ملا۔	B
نواں پنجسالہ منصوبہ (1998-03)	غریبوں کے لئے روزگار اور آمدنی کمانے کے مواقع، قیمتوں کا استحکام، پینے کا صاف پانی، بنیادی حفظان صحت کی سہولیات، یونیورسل پرائمری تعلیم اور رہائش۔	دیہی ترقی، آبپاشی میں بہتری، توانائی کے منصوبے، سڑکوں کی ترقی اور تعلیم بالغاں کے اہداف حاصل کر لئے گئے۔	D
وسط مدتی ترقیاتی فریم ورک (2005-10)	سول بنیادی ڈھانچے کا استحکام، تعلیم، افرادی قوت کی تجارت اور ٹیکس نظام پر توجہ مرکوز کی گئی۔علوم پر مبنی معیشت کی ترویج کا منصوبہ تیار کیا گیا۔غربت میں کمی جیسے ہزاریہ ترقیاتی مقاصد کو ہدف بنایا گیا۔	وسط مدتی ترقیاتی فریم ورک کا جوابی اثر تسلی بخش نہ رہا۔ہزاریہ ترقیاتی مقاصد کی جگہ پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد نے لے لی جبکہ پاکستان بیشتر ہزاریہ ترقیاتی مقاصد کے حصول میں ناکام رہا۔	C
گیارہواں پنجسالہ منصوبہ (2013-18)	وژن 2025، عوام سب سے پہلے، سب کی شمولیت پر مبنی افزائش کا حصول، جمہوری طرز حکمرانی، اداروں میں اصلاحات، خوراکی سلامتی، انٹرپرینیورشپ پر مبنی سوچ کے تحت افزائش اور علوم پر مبنی معیشت کی ترویج۔	غربت میں نمایاں کمی آئی لیکن آمدنی کی عدم مساوات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔علوم پر مبنی معیشت کے لئے لیپ ٹاپ سکیم اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہی۔وژن 2025 کے اہداف حاصل نہ کئے جاسکے۔	D

ذریعہ: یہ جدول مصنف نے خود تیار کیا ہے۔ رہنمائی: A: شاندار، B: قابل قبول حد تک اچھی، C: کسی حد تک، D: بالکل نہیں

لبرلائزیشن، اور ٹیکس اصلاحات پر عمل کیا گیا۔لہذا پاکستان میں وقفے وقفے سے افزائش کا ایک رجحان دیکھنے کو ملا جس میں سب سے طویل 2003 سے 2008 تک پھیلا ہوا تھا۔تاہم اس نوعیت کی پالیسیوں کو آپ ترقیاتی حکمت عملی میں شمار نہیں کر سکتے۔مفروضہ اس میں یہ لگتا ہے کہ یہ پالیسیاں کسی نہ کسی طریقے سے ملک کو بلند اور پائیدار افزائش کی راہ پر ڈال دیں گی۔بدقسمتی سے وہی ہوا جو 1990 کی دہائی میں کئی ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ ہوا تھا کہ ایسا نہیں ہوا۔1990 کی دہائی سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ ملکوں کو استحکام اور کارکردگی پر زور دینے کے بجائے افزائش کی حکمت عملیوں کے تحت چلنا چاہئے[5] (دیکھیں جدول 3)۔

گزشتہ چند دہائیوں سے پاکستان میں خدمات کے شعبے میں بڑھوتری کا رجحان رہا ہے۔قومی آمدنی میں تناسب کے اعتبار سے خدمات کے شعبے کا حصہ کل معیشت میں 71 فیصد ہے۔اس شعبے کے تحت آنے والی بڑی خدمات میں تقسیمی خدمات (ٹرانسپورٹ، مواصلات، تھوک، پرچون تجارت اور ہوٹل)، پیداواری خدمات (مالی ادارے مثلاً بینک) اور سماجی خدمات (دفاع، تعلیم اور صحت) شامل ہیں۔خدمات کے شعبے میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کو بھرپور طریقے سے بروئے کار لا کر کلسٹرز (Cluster) کی شکل میں ترقی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے جس میں افزائش عام طور پر سب کی شمولیت پر مبنی ہوتی ہے۔اس شعبے کو بہتر بنانے کی شرائط میں معیاری تحقیق و ترقی، ٹیکنالوجی کو اپ گریڈ کرنا اور انسانی وسائل کی ترویج شامل ہیں۔ان کی کمی معیشت میں زیادہ مساویانہ اور صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ روزگار پیدا کرنے کی بے پناہ استعداد کے ضیاع کا باعث بنی ہے۔

پاکستانی معیشت کی افزائش ایک بے ربط رجحان ظاہر کرتی ہے جس میں طویل مدتی منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔یہ دولت اور آمدنی کی تقسیم پر بھی اپنا اثر دکھاتی ہے۔جینی کوایفیشنٹ (Gini Coefficient) میں پاکستان کے پوائنٹس آمدنی کی عدم مساوات کے بلند رجحان کو ظاہر کرتے

شکل 1: پاکستان کا GINI انڈکس

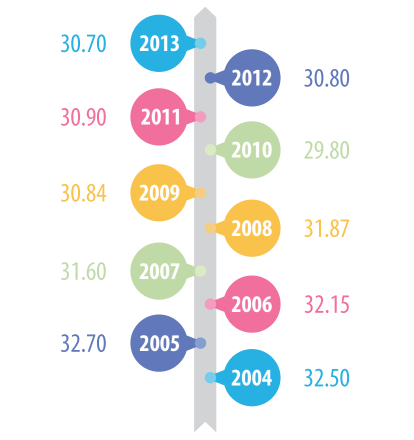

شکل 2: غربت کے باضابطہ تخمینے

خط غربت سے نیچے آبادی کا فیصد تناسب

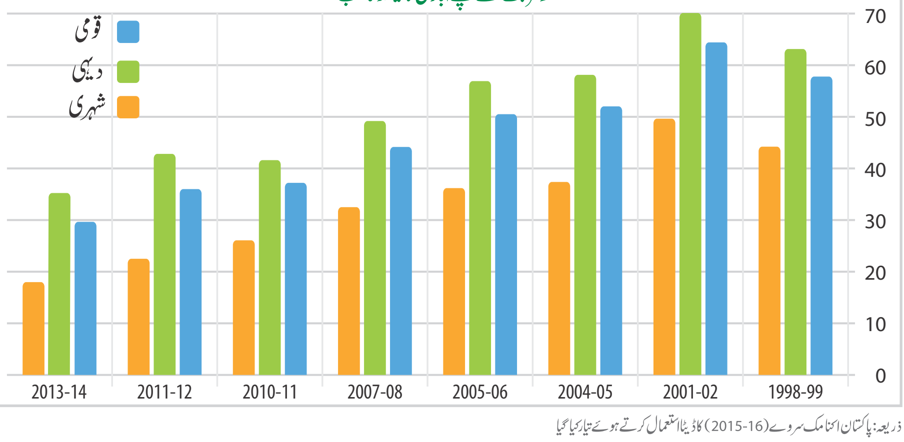

ذریعہ: پاکستان اکنامک سروے (2015-16) کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا

5 حامد نوید (2008)۔Rethinking Pakistan's Development Strategy۔یونیورسٹی لائبریری آف میونخ، جرمنی، ایم پی آر اے پیپر۔جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.researchgate.net/publication/24046598_Rethinking_Pakistan's_Development_Strategy

سالوں کے دوران اس میں مثبت افزائش ریکارڈ کی گئی ہے۔ صنعتی شعبے کی افزائش مالی سال 2016-17 (5.4 فیصد) اور 2015-16 (5.6 فیصد) کے مقابلے میں اس وقت 5.8 فیصد کی بلند شرح پر ہے۔[7]

پاکستان میں روزگار میں صنعتی شعبے کا حصہ 23.7 فیصد کے لگ بھگ ہے اور 2002 سے اس میں بڑھوتری کا رجحان دیکھنے میں آیا ہے (شکل 6)۔ تاہم صنعتی شعبے میں روزگار کی لچکدار کیفیت پست ہے (شکل 7) جس کا بڑا سبب چھوٹی صنعتوں کا پھیلاؤ، پست مہارت کے حامل کارکن، پیداواری اشیاء کی زیادہ لاگت، ٹیکنالوجی کا محدود استعمال، اور پیداوار کی نوعیت ہے جس میں سرمایہ بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

باہمی افزائش یقینی بنانے میں صنف بھی ایک لازمی کردار ادا کرتی ہے۔

شکل 3: غربت انڈکس اور 2 مزید کے لحاظ سے بنائے گئے گروپ

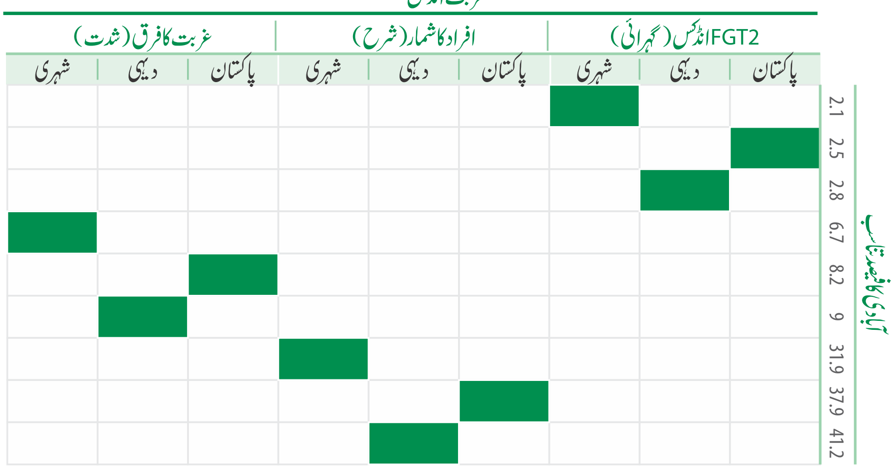

ذریعہ: ایس پی ڈی سی رپورٹ (2017)، بعنوان ''Poverty and Vulnerability Estimates: Pakistan, 2016'' کو استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا۔[6]

ہیں (شکل 1)۔ عدم مساوات کا ایک پہلو شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان بڑھتا فرق ہے۔ جیسا کہ شکل 2 اور 3 سے ظاہر ہوتا ہے پاکستان کے شہری علاقوں کے مقابلے میں دیہی علاقوں میں غربت کی شرح زیادہ ہے لیکن حقیقت میں یہ فرق بڑھ رہا ہے۔ دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں غربت کی کمی زیادہ تیز دکھائی دیتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ افزائش غریب حامی نہیں ہے (شکل 4، 5)۔

باہمی افزائش کے فروغ میں درپیش مشکلات اور مواقع

صنعتی پالیسی:

صنعتی شعبہ پاکستان میں باہمی افزائش کے لئے بے پناہ استعداد کا حامل ہے۔ معیشت میں اس کا حصہ ایک عرصے سے جمود کا شکار رہا ہے لیکن حالیہ

شکل 4: کل آبادی میں غربت کے خطرے کا شکار آبادی کا فیصد تناسب

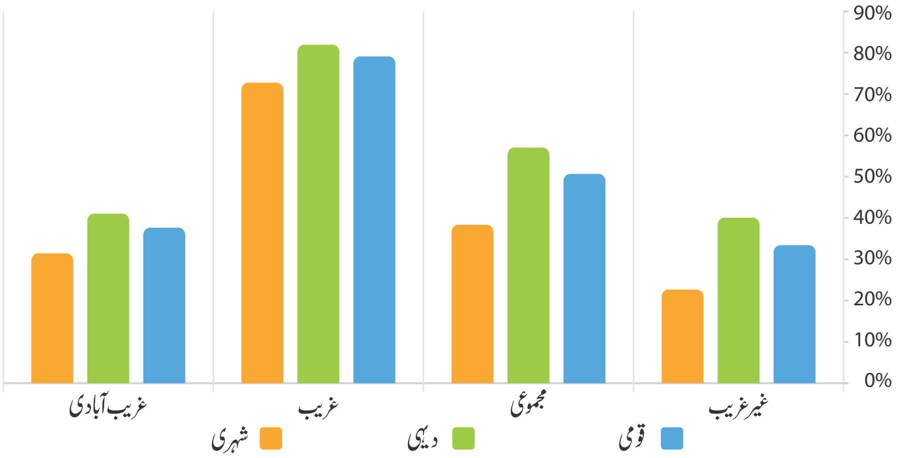

شکل 5: خطرے کا شکار آبادی کا فیصد تناسب

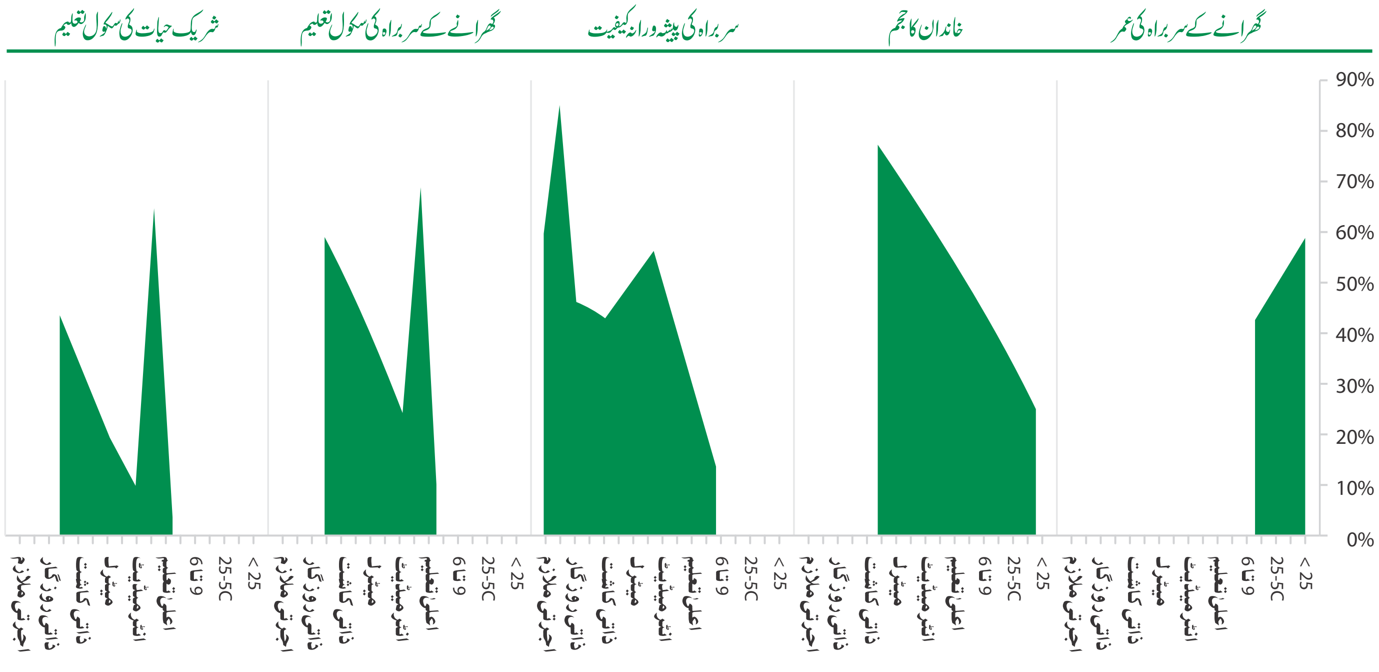

طبقات کی ترتیب خطرے کا شکار آبادی کے فیصد تناسب کے لحاظ سے ترتیب صعودی میں رکھی گئی ہے۔

ذریعہ: ایچ آئی ای ایس (2015-16) کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا۔

6 سوشل پالیسی اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹر (2017)۔ Poverty and Vulnerability Estimates: Pakistan, 2016۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://spdc.org.pk/Data/Publication/PDF/RR-99.pdf

7 پاکستان ٹوڈے پرافٹ (2017)۔ Industrial sector grows at 5.8pc in FY2018۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://profit.pakistantoday.com.pk/2018/04/23/industrial-sector-grows-at-5-8pc-in-fy2018/

شکل 6: پاکستان میں شرح ملازمت کے رجحان کا تجزیہ

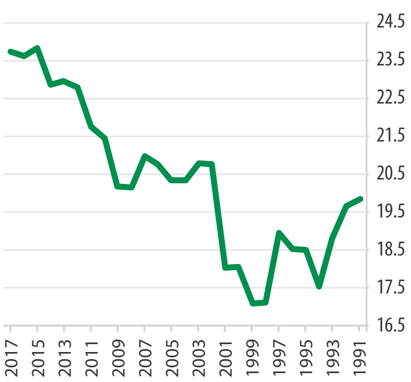

ذریعہ: ترقی کے عالمی اشاریے (عالمی بینک) کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا۔

صنعتی شعبے میں مردوں کے روزگار کی شرح خواتین کے مقابلے میں زیادہ ہے (شکل 8)۔ معیشت کے ہر شعبے خاص طور پر چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں میں خواتین کے روزگار کو فروغ دینے سے باہمی افزائش میں مدد ملے گی۔ صنعتی مہارتوں میں خواتین کے لئے پیشہ ورانہ مہارت بھی صنعتی شعبوں میں خواتین کے روزگار کے فروغ میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

باہمی افزائش کے لئے ایس ایم ایز کی استعداد

عالمگیریت کے بڑھتے رجحان مختلف خطوں کے آپس میں انضمام اور عالمی ویلیو چین (Value Chain) کی افزائش نے چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں یا ایس ایم ایز کے لئے مواقع بڑھا دیئے ہیں۔ یہ مواقع ایک چیز کی تیاری کے مختلف مراحل مختلف جگہوں پر انجام دینے اور مختلف سرگرمیوں کی سپیشلائزیشن کے نتیجے میں پیدا ہو رہے ہیں۔

ایس ایم ایز پاکستان میں پائیدار افزائش کے حصول کے لئے بے پناہ استعداد رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت 3.2 لاکھ ایس ایم ایز کام کر رہے ہیں۔[8] افرادی قوت میں ایس ایم ایز کا حصہ صنعت میں تقریباً 78 فیصد اور ویلیو ایڈیشن (Value Addition) کے اعتبار سے تقریباً 35 فیصد ہے۔ 53 فیصد میں پرچون تجارت، ریستورانوں اور تھوک کاروبار پر مشتمل ایس ایم ایز کی سرگرمیاں شامل ہیں۔[9]

تجارتی راہداریوں کی ترقی سے پاکستان میں ایس ایم ایز کی استعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔ ان راہداریوں کی بدولت ایس ایم ایز کے لئے منڈیوں تک رسائی آسان ہو جاتی ہے اور مختلف علاقوں کو آپس میں جوڑنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ مختلف معاشی مراکز جو عام طور پر شہری علاقوں میں ہوتے ہیں، کے درمیان اہم رابطے کا کام بھی دیتی ہیں۔[10] یہ راہداریاں اشیاء کی نقل و حمل بہتر بنانے میں بھی شاندار کردار ادا کرتی ہیں اور یوں تجارت اور معیشت کی ترقی میں مدد ملتی ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) سے ایس ایم ایز کی ترقی کے بے پناہ مواقع پیدا ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں چین کی صنعتی ترقی کے ساتھ ضم کر دیا جائے اور جوڑ دیا جائے اور ایس ایم ایز افزائش کے لئے درست پالیسی مراعات فراہم کر دی جائیں۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک)

معاشی افزائش کی باہمی شمولیت پر مبنی نوعیت کو سی پیک کے نقطہ نظر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔[11] یہ راہداری مختلف طریقوں سے باہمی افزائش پر نمایاں اثرات مرتب کرے گی مثلاً بنیادی ڈھانچے کی سہولتوں میں اضافہ ہو گا، تجارت میں بہتری آئے گی، دستیاب وسائل کو بھرپور طریقے سے بروئے کار لایا جائے گا اور چھوٹے کسانوں / پیداواری کرداروں / فروخت کنندگان کو ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں تک آسان اور بہتر رسائی کی صورت میں مراعات ملیں گی۔ پاکستان کے اندر رسائی کی بدولت سی پیک سے چین کو متحدہ عرب امارات اور افغانستان جیسی پاکستانی برآمدات کی منڈیوں تک رسائی کا موقع ملے گا۔ تاہم برآمدی شعبے میں پاکستان کے لئے ایک بڑا چیلنج یہ پیدا ہو جائے گا کہ ایک طرف موازنے کے اعتبار سے اپنی برتری برقرار رکھے اور دوسری جانب مسابقتی اعتبار سے اپنی اشیاء کی برتری قائم کرے۔ قیمت اور ورائٹی کی بدولت چینی مصنوعات کی بین الاقوامی مانگ بہت زیادہ ہے اس لئے افغانستان اور مشرق وسطیٰ کے لئے پاکستانی برآمدات (خاص طور پر کاٹن اور ریڈی میڈ مصنوعات) پر دباؤ کئی گنا بڑھ جائے گا جو ہماری برآمدات اور تجارتی حجم میں کمی کا باعث بنے گا۔[12] یہ روزگار اور اس بناء پر باہمی افزائش پر بھی اپنا اثر دکھائے گی۔

اس سیاق و سباق میں سی پیک جیسی معاشی راہداریاں ایک طے شدہ جغرافیے میں معاشی کرداروں کو آپس میں جوڑیں گی۔ اس طرز کی

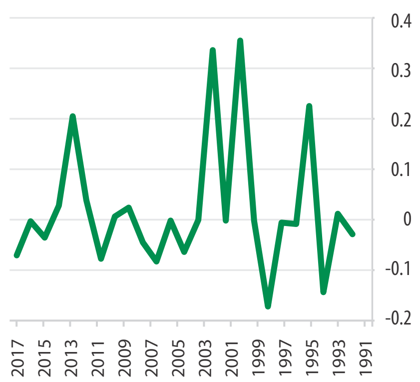

ذریعہ: ترقی کے عالمی اشاریے (عالمی بینک) کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا۔

معاشی راہداریوں کا اصل مقصد اور ان کے پس پردہ کارفرما سوچ یہ ہے کہ بنیادی ڈھانچہ بڑھایا جائے، ٹرانسپورٹ، لاجسٹکس اور خدمات کا دائرہ وسیع کیا جائے اور معاشی استعداد پیدا کی جائے۔ اس سوچ کو وسعت مکانی پر مبنی ترقیاتی سرگرمی (Spatial Development Initiative) کا نام دیا جاتا ہے اور پہلی بار یہ ماپوتو ڈویلپمنٹ کاریڈور (ایم ڈی سی) میں اپنائی گئی۔ سی پیک کی بدولت پاکستان کو گوادر میں سمندری بندرگاہ کو ترقی دینے اور توانائی اور بنیادی ڈھانچے کی مشکلات کم کرنے میں بھی مدد مل رہی ہے۔ اس کی معاشی کارکردگی کے علاوہ اس حوالے سے بھی اچھی امیدیں ہیں کہ اس کی بدولت پاکستان انتہائی تیزی سے بڑھتی شاندار عالمی معیشت کے طور پر ابھر کر سامنے آئے گا۔[13]

ایک غور طلب پہلو چین کی طرف سے قائم کی جانے والی صنعتوں کے لئے خصوصی ٹیکس پالیسیوں اور رعایتوں کے علاوہ مقامی تیار کنندگان پر ان کے اثرات ہیں۔ اسی طرح سی پیک کے تحت صنعتی ترقیاتی منصوبوں کا مقصد نئے صنعتی زونز کی ترویج ہے۔ چین کی نئی پیداواری پالیسی ہمسایہ ممالک میں پراسیسنگ یونٹ قائم کرنے پر زور دیتی ہے۔ ان پالیسیوں پر بھی اس نقطہ نظر سے غور ضروری ہے کہ ان سے مقامی صنعتوں کے ساتھ باہمی روابط پیدا ہوں اور پاکستان کی صنعتی ترقی میں مدد ملے۔

نظریئے کے اعتبار سے یہ سچ ہے کہ سی پیک سے غیر ملکی منڈیوں تک رسائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن پاکستان میں ادارہ جاتی

شکل 8: پاکستان میں صنف کے لحاظ سے شرح ملازمت کے رجحان کا تجزیہ

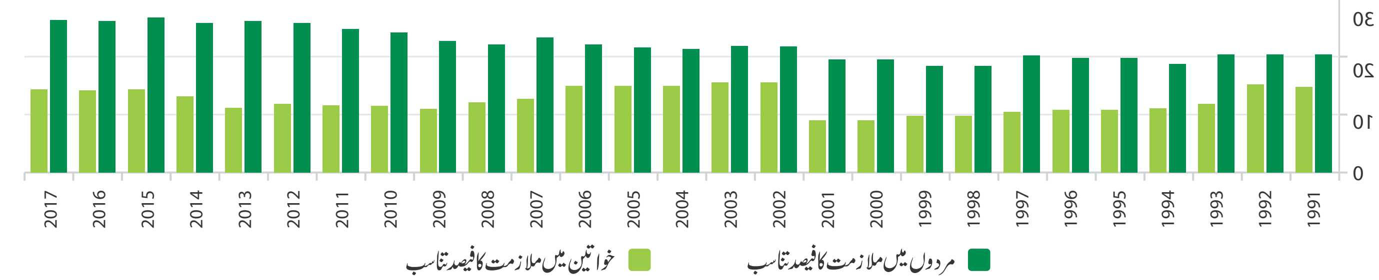

ذریعہ: ترقی کے عالمی اشاریے (عالمی بینک) کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا۔

8 شماریات بیورو (2015)۔ Pakistan 2005 Economic-Census۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: Available at http://www.pbs.gov.pk/content/economic-census-2005
9 اس سیکشن میں دی گئی معلومات پاکستان مردم شماری 18-2017 کی روشنی میں تالیف کی گئی ہیں جیسا کہ یہ اس کی ابتدائی رپورٹ اور شماریات بیورو پاکستان کی طرف سے فراہم کی گئی معلومات میں دی گئی ہیں۔ مردم شماری کی حتمی رپورٹ تاحال اپ لوڈ نہیں کی گئی لہٰذا یہ معلومات شماریات بیورو کی طرف سے فراہم کی گئی ابتدائی رپورٹ سے ہی لی گئی ہیں۔
10 ریجنل اکنامک انٹیگریشن پرائے ڈی بی ورکنگ پیپر سیریز، اگست 2013۔
11 سی پیک پراجیکٹ پر پاکستان چین سٹریٹجک پارٹنرشپ کے تحت اتفاق کیا گیا ہے۔ 46 ارب ڈالر مالیت کا یہ پراجیکٹ ایک طویل مدتی ترقیاتی منصوبہ ہے جو 2014 سے 2030 تک جاری رہے گا۔ اس کے پانچ مرکزی اجزاء میں گوادر کی ترقی، توانائی، ٹرانسپورٹ، بنیادی ڈھانچہ، سرمایہ کاری و صنعتی تعاون بشمول باہمی اتفاق سے طے شدہ شعبے شامل ہیں۔
12 بزنس ریکارڈر، وجاہت رحمان (2017)۔ CPEC's likely effects on local manufacturing۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://fp.brecorder.com/2017/02/20170227145481/
13 ظفر محمود، Opportunities and Challenges of Special Economic Zones under CPEC for Pakistan۔

ڈھانچے میں موجود رخنوں اور دراڑوں کی وجہ سے مقامی پیداواری کرداروں کے لئے خطرات اور مقابلہ خاطرخواہ حدتک بڑھ جائیں گے۔ ایسی صورتحال میں مقامی صنعت کو صنعت دوست پالیسیوں اور مختلف مراعات کے ذریعے تحفظ دیا جاسکتا ہے یعنی انہیں سب سڈیز اور ٹیکس مراعات دی جائیں، ان کے لئے تربیتی سرگرمیوں کا اہتمام کیا جائے اور قومی سطح پر بہترین بزنس لیڈر ایوارڈز اور بونس وغیرہ دینے کی روایت ڈالی جائے۔ تجارت سے متعلق اداروں کو مستحکم بنانا ہوگا اور تجارت سے متعلق پالیسیوں پر نظرثانی کر کے ملکی پیداواری کرداروں اور صنعت کو تحفظ دینا ہوگا۔ حکومت کو مقامی برآمدی کاروباری اداروں اور کارخانوں کے لئے پالیسیوں، ٹیکسوں اور ڈیوٹیز کو نرم کرنا ہوگا تاکہ مقامی تیارکنندگان کی مسابقتی برتری برقرار رکھی جاسکے۔

پاکستان میں سرکاری کاروباری اداروں کی ترقی

ایک طویل عرصے سے پاکستان میں سرکاری کاروباری اداروں کے نقوش نمایاں رہے ہیں۔ ابتدائی تصور یہ تھا کہ ریاستی اقدامات کے ذریعے ایسی صنعتیں قائم کی جائیں جو معاشی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں اور جن میں نجی شعبے کو محدود مراعات حاصل تھیں۔ ان سرکاری کاروباری اداروں نے روزگار پیدا کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ تاہم یہ ادارے سرکاری خزانے پر ایک بھاری بوجھ کی شکل اختیار کر چکے ہیں جن کا مالی خسارہ 2018 میں 1.2 ٹریلین روپے (جی ڈی پی کا 4 فیصد) تک پہنچ چکا ہے۔ پاکستان میں سرکاری کاروباری اداروں پر نظرثانی اور اس بات کا جائزہ لینے کی اشد ضرورت ہے کہ ان کی معاشی پائیداری بہتر بنانے کے لئے کیا اصلاحات کی جائیں یا اگر ضروری ہو تو ان کی نجکاری کر دی جائے۔ باہمی افزائش کی ایسی پالیسیاں اپنانا وقت کا تقاضا ہے جو سرکاری کاروباری اداروں میں روزگار کے مواقع پیدا کریں جس کے لئے انفارمیشن ٹیکنالوجی کو متعارف کرایا جاسکتا ہے اور پیداوار کے جدید طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ یہ عدم مساوات کم کرنے اور آمدنی پیدا کرنے کا ایک اور موثر راستہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

پاکستان میں نجی کاروباری اداروں کی ترقی

نجی شعبے کا کردار پاکستان میں آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا ہے۔ 1990 کی دہائی کے بعد لبرلائزیشن، عمدہ طرزِ حکمرانی اور نجکاری پالیسیوں سے نجی شعبے کو بہت زیادہ فروغ ملا ہے۔ ٹیلی مواصلات اور ٹیکسٹائل میں نجی شعبے کا حصہ 100 فیصد ہے۔ کمرشل بینکاری میں یہ تقریباً 77 فیصد ہے جبکہ سیمنٹ، چینی، آٹوموبائل، اور کھاد کے شعبوں کا ایک بڑا حصہ نجی شعبے کے پاس ہے۔ اس وقت نجی شعبہ توانائی اور تیل کے شعبوں میں بھی کام کر رہا ہے۔[14]

نجی شعبے کو درپیش مسائل میں میکرو اکنامک استحکام، کمزور صنعتی پالیسی اور ریگولیٹری فریم ورک، بنیادی ڈھانچے کی کمی، تعلیم اور انسانی وسائل کا فقدان شامل ہیں جبکہ صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے مالی ذرائع بھی محدود ہیں۔ نجی شعبے میں وسعت کی کہیں زیادہ گنجائش موجود ہے جس کا اندازہ خام مستقل سرمایہ کی تشکیل میں بھرپور حالیہ سرگرمی سے لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا، حکومت کی طرف سے بھرپور اصلاحات کے ذریعے اسے مدد ضرور ملنی چاہئے تاکہ نجی شعبہ اس میں شمولیت کی طرف مائل ہو۔

شکل 9 : برآمدات کی افزائش (فیصد)

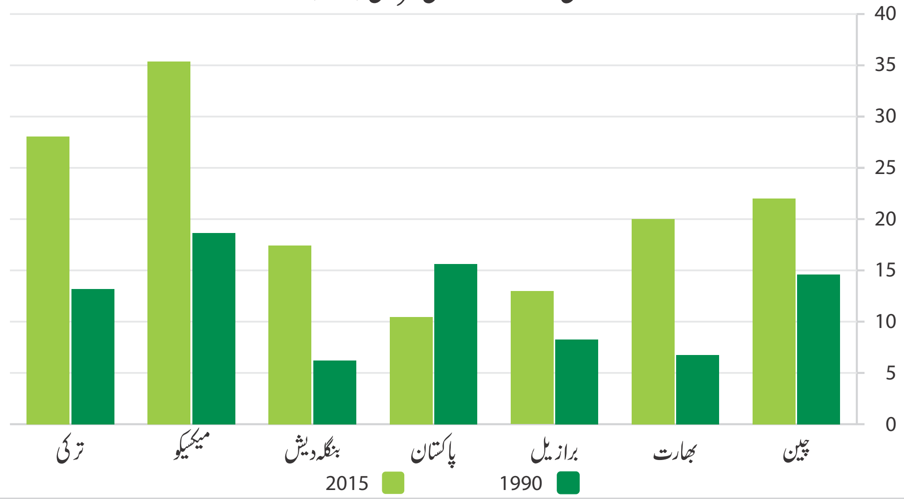

ذریعہ: اعجاز غنی، مصلح الدین، عافیہ ملک، 2017۔ "An Assessment of Pakistan's Export Performance and the Way Forward"۔[20]

حاصل ماضی

گزشتہ نصف صدی سے ایشیا میں صنعتی ترقی چین، بھارت، تائیوان وغیرہ جیسے ملکوں کی معاشی افزائش میں مرکزی کردار ادا کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ بنگلہ دیش جس نے صنعتی ترقی کے میدان میں دیر سے قدم رکھا، میں بھی صنعتی شعبے کی قابل ذکر افزائش دیکھنے میں آئی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ خطے میں اپنے ہمسایہ ملکوں کے مقابلے میں پاکستان صنعتی ترقی کی مطلوبہ رفتار برقرار نہیں رکھ پایا۔ چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی ترویج اس کے لئے ایک عمدہ نقطہ آغاز ہوسکتا ہے۔[15]

چین، تائیوان اور جنوبی کوریا جیسے ملکوں نے جو ماڈل اپنایا اس کے تحت چھوٹے پیمانے کی کاروباری سرگرمیوں اور غیر ہنرمند کارکنوں پر سرمایہ لگایا گیا اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں میں کم لاگت خام مال استعمال کیا گیا تاکہ غریبوں کی معاشی حیثیت بہتر بنائی جاسکے۔ اس طرح صنعتی شعبے کی پیداوار بہتر ہوئی جس کے نتیجے میں برآمدی مصنوعات کی تعداد اور قومی سطح پر مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ ان تمام کامیاب مثالوں میں اصل تصور یہی تھا کہ روزگار پیدا کر کے باہمی افزائش کو فروغ دیا جائے۔

پاکستانی معیشت کے ڈھانچہ جاتی مسائل

ڈھانچے کے اعتبار سے ایک شدید مسئلہ یہ ہے کہ معیشت میں صنعتی شعبے کا حصہ کم ہے۔ صنعت کا حصہ اس وقت 19 فیصد کے لگ بھگ ہے جبکہ شعبہ زراعت کا حصہ 25 فیصد اور خدمات کے شعبے کا حصہ 56 فیصد ہے۔[16] اسے "قبل از وقت زوالِ صنعت" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔[17] دوسری جانب پاکستان میں معیشت کا بے ضابطہ شعبہ عروج پذیر ہے۔[18] ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں افرادی قوت کا 73 فیصد بے ضابطہ شعبے سے وابستہ ہے۔[19] بے ضابطہ شعبے میں اجرتیں کم ہیں، ملازمت کا تحفظ نہیں ہے اور کام کرنے کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کارکنوں کی ایک بڑی تعداد غریب چلی آرہی ہے اور اس قابل نہیں کہ اپنی معاشی وسماجی حالت بہتر بنا سکے۔ اس لئے پاکستانی معیشت کا نہ صرف حجم وسیع کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس میں روزگار کے معیاری مواقع پیدا کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

ایک اور توجہ طلب شعبہ برآمدات کے میدان میں خطے کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں پاکستان کی ناقص کارکردگی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی معیشت ادائیگیوں کے توازن کے بحران سے نمٹنے کے لئے مسلسل دباؤ کا شکار چلی آرہی ہے۔ دوسری جانب بھارت اور بنگلہ دیش دونوں کی برآمدی افزائش کا معاملہ پاکستان کے بالکل برعکس ہے جن کی افزائش پاکستان کے مقابلے میں پانچ گنا زیادہ ہے (شکل 9)۔

2017 میں معاشی افزائش کی شرح 5.8 فیصد بتائی گئی جو گزشتہ دہائی کی بلندترین شرح تھی۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے تخمینوں کے مطابق پاکستانی معیشت کو سالانہ تقریباً 6.3 فیصد افزائش کی ضرورت ہے تاکہ یہ روزگار کی منڈی میں قدم رکھنے والے 13 لاکھ نئے افراد کو جذب کرسکے۔ فی الوقت نئی ملازمتوں کا بڑا حصہ معیشت کے کم پیداواری شعبوں میں پیدا ہوتا ہے۔[21] مزید برآں، افرادی قوت کی پیداواری صلاحیت کے اعتبار

14 ایشیائی ترقیاتی بینک (2008)۔ Private Sector assessment Pakistan۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.adb.org/sites/default/files/institutional-document/32216/private-sector-assessment.pdf

15 جاپان ایکسٹرنل ٹریڈ آرگنائزیشن (جیٹرو) نے 2008 میں پاکستان، بھارت، سری لنکا اور پاکستان کا ایک سروے کیا جس میں 235 افراد نے حصہ لیا اور جس کا ہدف جنوب مغربی ایشیا کو درپیش بڑے کاروباری مسائل کی نشاندہی کرنا تھا۔ نتائج سے سامنے آیا کہ یہ تمام ممالک اپنی لاگت کم کرنے کے بڑھتے دباؤ سے دوچار ہیں۔ مزید معلومات کے لئے دیکھیں: https://www.jetro.go.jp/ext_images/en/reports/survey/pdf/2009_06_05_biz.pdf

16 دانش خان (2017)۔ The Interplay of 'State' and 'Class' in the Processes of Post-Colonial Development: Re-Conceptualizing Economic History of Pakistan۔ پولیٹیکل اکانومی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (پیری)، یونیورسٹی آف ماساچوسیٹس-ایمہرسٹ۔ ورکنگ پیپر نمبر 447، دسمبر 2017

17 روڈرک، دانی (2015)، Premature Deindustrialization۔ سکول آف سوشل سائنسز، آئی اے ایس، پرنسٹن۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.sss.ias.edu/files/pdfs/Rodrik/Research/premature-deindustrialization.pdf

18 دانش خان (2018)، Re-Conceptualizing Political Economy of the Post-Colonial State of Pakistan: Interactions among Space, Class and Institutions۔ مکارٹنی، میتھیو، ایس اکبر زیدی (مدیران)، New Perspectives on Pakistan's Political Economy: State, Class and Social Change۔ کیمرج یونیورسٹی پریس، کیمرج، برطانیہ، آمدہ شمارہ۔

19 آئی ایل او (2012) Statistical update on employment in the informal economy۔ ڈپارٹمنٹ آف سٹیٹسٹکس، انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او)۔

20 اعجاز گیلانی، مصلح الدین، عافیہ ملک (2017)۔ An Assessment of Pakistan's Export Performance and the Way Forward۔ ورکنگ پیپرز، آئیڈیاز۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://pide.org.pk/pdf/Seminar/Pakistans-Export.pdf

21 یو این ڈی پی پاکستان، علی چیمہ (2014)۔ Pakistan's Demographic Transition: Young Adults, Human Capital and Jobs۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://nhdr.undp.org.pk/wp-content/uploads/2015/06/7.-Ali-Cheema-Skills-16Dec14.pdf

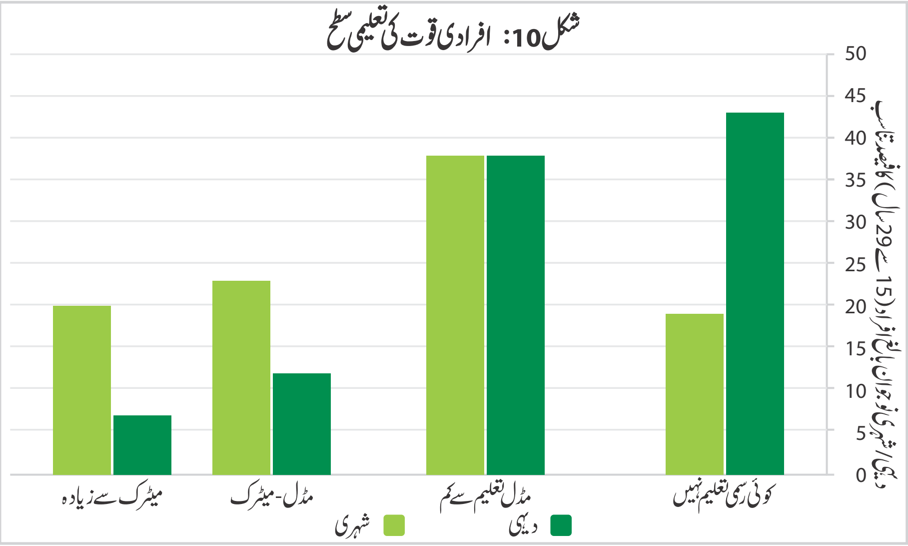

ذریعہ: یو این ڈی پی پاکستان، علی چیمہ، (2014) "Pakistan's Demographic Transition: Young Adults Human Capital and Jobs"۔[24]

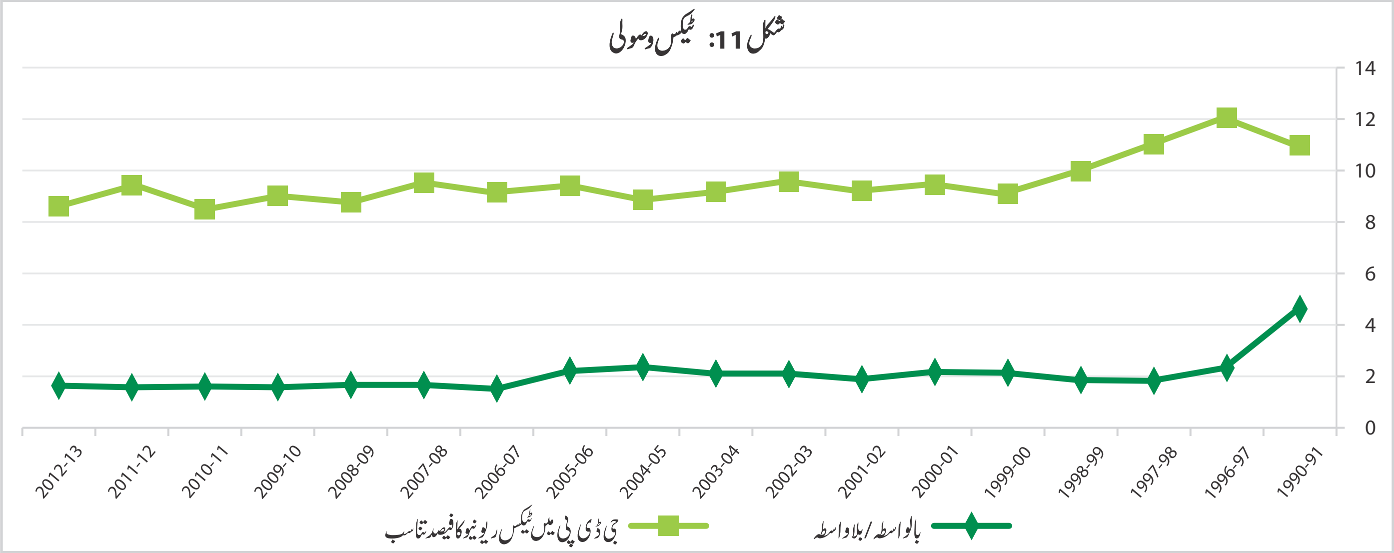

ذریعہ: آکسفیم، عابد برکی، راشد میمن، خالد میر (2015) "*Multiple inequalities and policies to mitigate inequality traps in Pakistan"۔[23]

سے پاکستان ترقی پذیر دنیا کے ممالک میں سب سے پیچھے نظر آتا ہے۔ [22]

پست پیداواری صلاحیت میں سب سے اہم کردار ادا کرنے والا ایک عامل یہ ہے کہ پاکستان کی افرادی قوت کی تعلیم اور مہارت کی سطح پست ہے (شکل 10)۔ ایک انتباہ انگیز حقیقت یہ ہے کہ نوجوان افرادی قوت کا ایک بڑا حصہ تعلیم اور پیشہ ورانہ مہارتوں کے اعتبار سے مسلسل پست سطح کا شکار ہے۔ یہ پاکستانی معیشت کو ڈھانچے کے اعتبار سے درپیش ایک بڑا مسئلہ ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ پاکستانی معیشت کا ایک اور بڑا مسئلہ ہے۔ ملک میں ریونیو کی پیداوار اخراجات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ معیشت بلند کرنٹ اکاؤنٹ خسارے پر چل رہی ہے۔ ٹیکس وصولی بہت کم ہے، جبکہ جی ڈی پی کے اعتبار سے ٹیکس کا تناسب 10 فیصد کے لگ بھگ ہے (شکل 11)۔ نتیجتاً حکومت کو کفایت شعاری اقدامات اپنانا پڑتے ہیں اور اہم سماجی شعبے مثلاً تعلیم اور صحت فنڈز کی شدید کمی کا شکار رہ جاتے ہیں۔

تاہم ریونیو وصولی کے اعتبار سے جی ڈی پی میں ٹیکس کا پست تناسب واحد مسئلہ نہیں۔ ٹیکس جس طریقے سے وصول کئے جاتے ہیں وہ بھی باہمی افزائش کے اعتبار سے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ کل ٹیکس ریونیو میں بالواسطہ ٹیکسوں کا حصہ 62 فیصد ہے جبکہ بلاواسطہ ٹیکس کل حکومتی ریونیو کا محض 38 فیصد ہیں۔ اس کے مقابلے میں بھارت کو دیکھیں تو وہاں بلاواسطہ ٹیکسوں کا حصہ 51 فیصد اور بالواسطہ ٹیکسوں کا حصہ صرف 49 فیصد ہے (شکل 12، 13)۔ بلاواسطہ ٹیکس عام طور پر اپنی نوعیت کے اعتبار سے ترقی پسند ہوتے ہیں یعنی معاشرے کے غریب طبقات کے مقابلے میں امیر طبقات بلاواسطہ ٹیکسوں کی شکل میں ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ تقسیم نو کے نظام کا کام دیتا ہے۔ دوسری جانب بالواسطہ ٹیکس اپنی نوعیت کے اعتبار سے رجعت پسند ہوتے ہیں کیونکہ غریب اور امیر دونوں کو ایک ہی شرح سے ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بالواسطہ ٹیکسوں کی وجہ سے معاشرے کے غریب طبقات نقصان میں رہتے ہیں۔ پاکستان میں باہمی افزائش کے حصول کی راہ میں یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

کامیاب تبدیلی: پاکستان کس سے کیا سیکھ سکتا ہے

دوسری عالمی جنگ کے بعد چین اور جنوبی کوریا نے اپنی سماجی و معاشی صورتحال کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان ممالک نے نہ صرف اپنی شرح افزائش کو تیز کیا بلکہ اپنے کروڑوں شہریوں کے معیار زندگی کو بھی بہتر بنایا۔ چین اور جنوبی کوریا دونوں نے اراضی کی تقسیم نو کی اصلاحات کے ذریعے زراعت میں برابری اور عمدہ کارکردگی کو فروغ دیا جو 1950 کی دہائی میں ان کی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند تھی۔ زراعت کے وسیع سرپلس کو استعمال کرتے ہوئے دونوں ملکوں نے بڑے پیمانے پر صنعتی عمل شروع کیا اور ملازمتوں کے لاکھوں مواقع پیدا کئے۔ 1960 کی دہائی سے جنوبی کوریا نے ترقیاتی پالیسی میں برآمدات

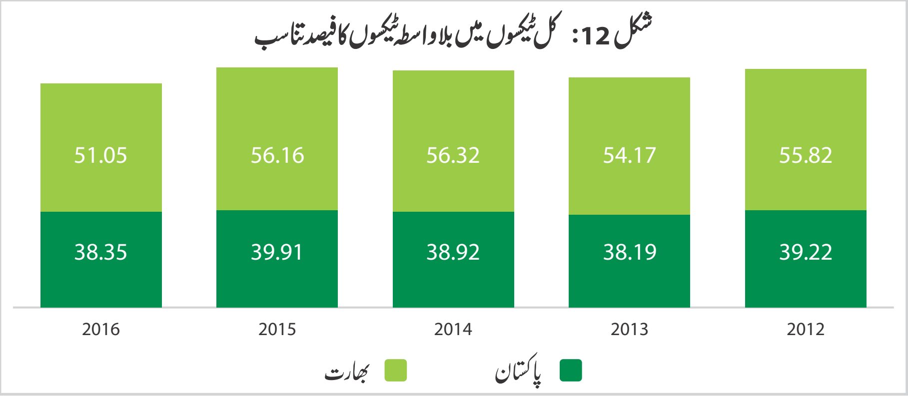

ذریعہ: ایل سی سی آئی ٹیکس یونٹ (2017) "A Regional comparitive analysis of tax revenue trends"

22 عالمی بینک (2012)۔ Labor Market Policies Under a Youth Bulge۔ پاکستان پر عالمی بینک کی ورکنگ پیپر سیریز PK 14/12: واشنگٹن ڈی سی۔

23 اوکسفیم، عابد برکی، راشد میمن، خالد میر (2015)۔ Multiple inequalities and policies to mitigate inequality traps in Pakistan۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.oxfam.org/sites/www.oxfam.org/files/file_attachments/rr-multiple-inequalities-pakistan-110315-en.pdf

24 یو این ڈی پی پاکستان، علی چیمہ (2014)۔ Pakistan's Demographic Transition: Young Adults, Human Capital and Jobs۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://nhdr.undp.org.pk/wp-content/uploads/2015/06/7.-Ali-Cheema-Skills-16Dec14.pdf

پر مبنی نظام اپنالیا جس کی بدولت ملکی معیشت ترقی کی منازل طے کرتی چلی گئی۔چین بھی یہی راستہ اپنا چکا ہے (شکل 14 اور 15)۔

اسی طرح چین اور جنوبی کوریا دونوں نے تعلیم پر سرمایہ کاری کو ترجیحی حیثیت دی۔اس نے نہ صرف شہریوں کو با اختیار بنایا بلکہ دونوں ملکوں کو اپنی افرادی قوت کی پیداواری صلاحیت بھی بہتر بنانے کا موقع ملا۔شعبہ تعلیم کے اس انقلاب کا ثبوت یہ حقیقت ہے کہ دونوں ملکوں میں شرح خواندگی اب سو فیصد کو پہنچ رہی ہے (شکل 16 اور 17)۔لہٰذا ان دونوں ملکوں سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

شکل 13: کل ٹیکسوں میں بالواسطہ ٹیکسوں کا فیصد تناسب

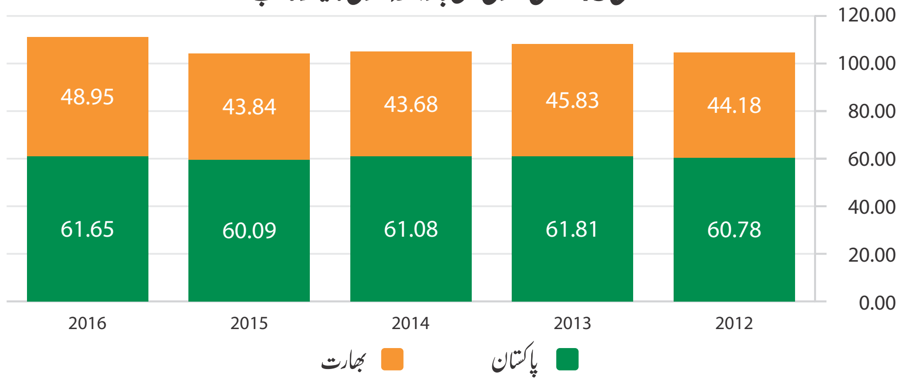

ذریعہ: ایل سی سی آئی، ٹیکس یونٹ (2017)،"A Regional comparitive analysis of tax revenue trends"

آئندہ لائحہ عمل

ممکنہ پالیسیاں

دیہی علاقوں کے غریب اور بے زمین طبقے کی حالت بہتر بنانے کے لئے جامع زرعی اصلاحات ناگزیر ہیں۔ان اصلاحات کے دائرے میں اراضی کی مساویانہ تقسیم، مارکیٹنگ کی بہتر صلاحیتوں، قرضوں کی مساویانہ تقسیم، پانی اور زراعت میں استعمال ہونے والی دیگر اشیاء کی فراہمی کا شامل ہونا ضروری ہے۔کسانوں کی ضرورت کے مطابق سب سڈیز اور ری بیٹ پیکجز کو بھی ان میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

لائیوسٹاک کے شعبے میں عمدہ رفتار سے افزائش ہوئی ہے اور یہ افزائش معقول حد تک غریب حامی رہی ہے۔ٹیکنالوجی اور سرمایہ کاری، دودھ، گوشت، پولٹری اور دیگر تیار مصنوعات کی ویلیو ایڈیشن اور مارکیٹنگ کے ذریعے اس شعبے کی افزائش مزید کئی گنا بڑھائی جا سکتی ہے۔اس شعبے سے حاصل ہونے والے تجربات کو دیگر شعبوں میں بھی بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔پالیسی اقدامات کے ذریعے اگر آگے اور پیچھے کی جانب موزوں روابط پیدا کر دیئے جائیں تو ہم اس زرعی پیداوار کو برآمدات کے لئے بھی کام میں لا سکتے ہیں۔

سب کی شمولیت پر مبنی پائیدار ترقی کے حصول کے لئے چھوٹے کاروباری اداروں کی سطح پر یہ سوچ اپنانا ہوگی کہ جن چیزوں کی مانگ ہے ان کی

شکل 14: جنوبی کوریا کی برآمدات

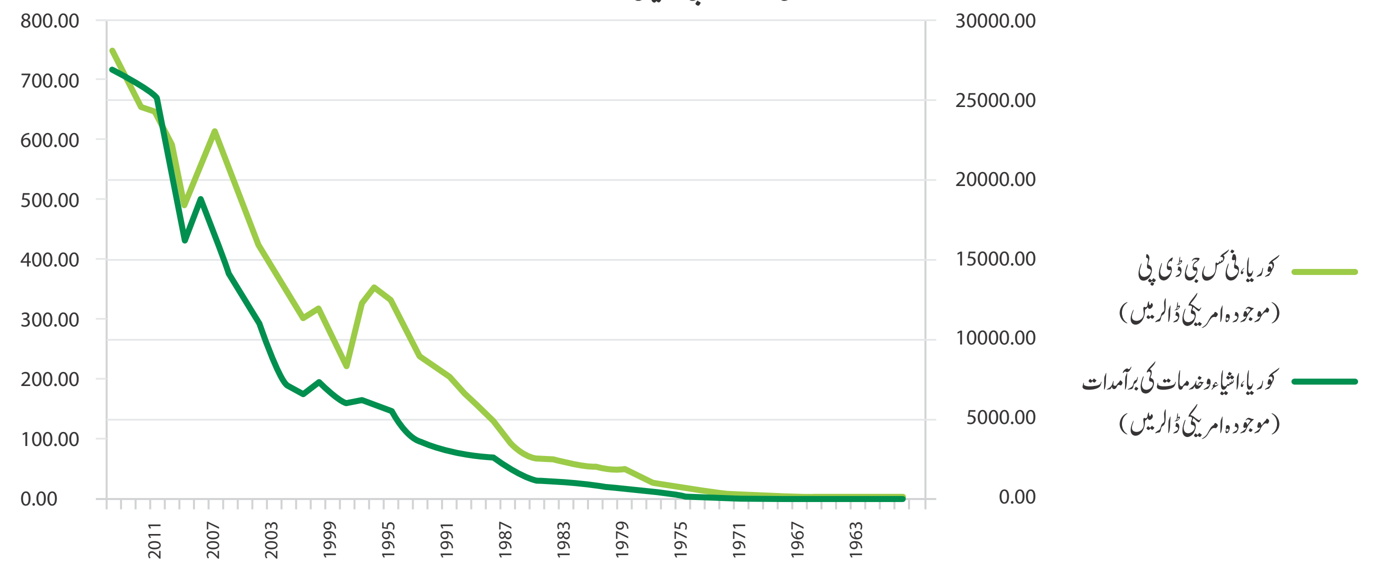

شکل 15: چین کی برآمدات

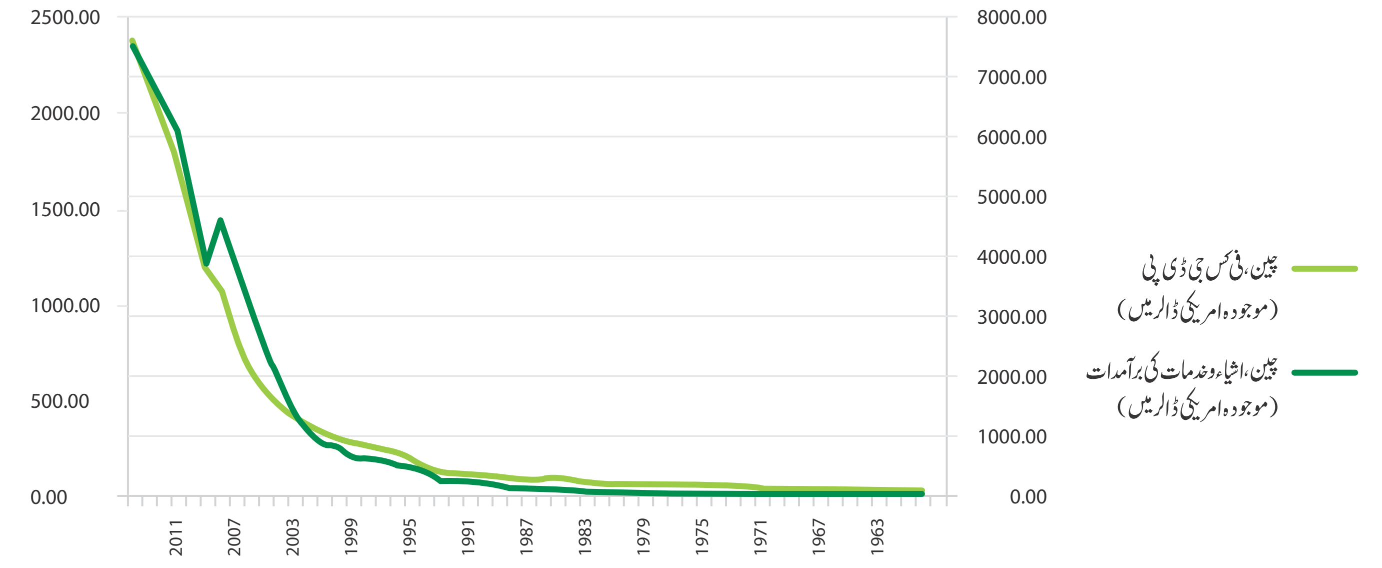

شکل : جنوبی کوریا کی شرح خواندگی

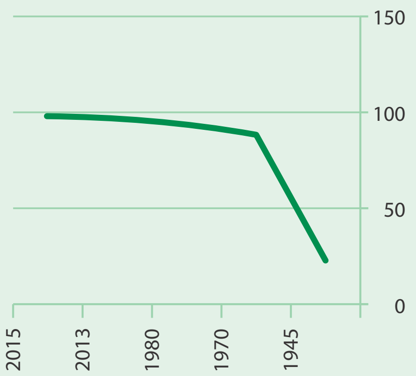

رسد بڑھائی جائے اور نئی مصنوعات کی مانگ پیدا کی جائے۔ اس بارے میں تو کوئی دو رائے نہیں کہ روزگار کے مواقع پیدا کئے جائیں تاکہ برآمدی شعبے کو فعال بنا کر آمدنی پیدا کی جاسکے۔ اس کے لئے بڑی حد تک چھوٹے پیمانے پر صنعتی شعبے میں جدت پیدا کی جائے اور نئے طریقے استعمال کئے جائیں تاکہ افزائش بڑھائی جاسکے۔ اس کے لئے ہنرمند افرادی قوت کو استعمال میں لانا ہوگا جو انفارمیشن ٹیکنالوجی اور پیداوار بڑھانے کے جدت آمیز طریقوں کا علم رکھتی ہو۔

پاکستان میں ایک بڑا چیلنج دستاویزی کارروائی سے مبرا معیشت ہے جسے ٹیکنالوجی کے مناسب استعمال کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے۔ دستاویزی کارروائی پر مبنی معیشت ٹیکس دائرہ وسیع کرنے اور ملکی وسائل کی بنیاد مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے۔

نجی شعبے کا فروغ باہمی افزائش کا ایک بھرپور محرک ہے۔ اس شعبے کو ماڈل ہائی ٹیک مارکیٹوں کی ترویج اور قیام میں ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔ نجی کاروباری اداروں کے درمیان مقابلے اور مسابقت سے بھی خدمات کی فراہمی میں بہتری آئے گی۔

خواتین کی اپنا کاروبار کی صلاحیتوں کو دیہی اور شہری دونوں غریب طبقات میں بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ نجی شعبے کے اشتراک سے مہارتوں کی ترویج کے مراکز اور پیشہ ورانہ تربیت کے ادارے قائم کئے جائیں۔ انتہائی مستحق افراد کے لئے طے شدہ ہدف پر مبنی "سوشل سیفٹی نیٹ" (Social Safety Net) کے طریقے اپنائے جائیں۔

پاکستان کی افزائش اور ترقی کی حکمت عملیوں پر نظرثانی وقت کی ضرورت ہے۔ افرادی قوت کی پیداواری صلاحیت بالخصوص سرکاری اداروں میں

شکل 17: چین کی شرح خواندگی

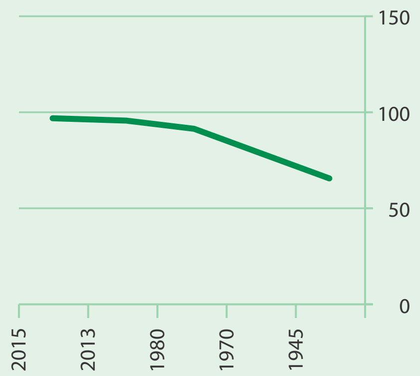

بہتر بنانے کے لئے وسیع ڈھانچہ جاتی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ معیشت کے بڑے شعبوں میں روزگار اور تجارتی سرگرمی آنے والے سالوں میں باہمی افزائش کے سرکردہ محرکین بن سکتے ہیں (دیکھیں جدول 4)۔

جدول 4: تجارت کی میکرو اکنامک حکمت عملیاں

عرصہ	حکمت عملی	کیفیت	مالی وزری پالیسی	سب کی شمولیت کے لحاظ سے رینگنگ
1950 کی دہائی سے 1960 کی دہائی تک	درآمدی متبادل	مقامی نوزائیدہ صنعتوں کو تحفظ دیا جائے۔	توسیعی زری پالیسی: رعایتی شرح پر قرضے	B
1960 کی دہائی سے 1970 کی دہائی تک	مخلوط حکمت عملی	درآمدی متبادل اور برآمدی افزائش کے لئے بونس واؤچر سکیم، لبرل سکیمیں۔	مالی لحاظ سے توسیع گزشتہ دور کے مقابلے میں کم رہی۔ نجی شعبے کی اصلاحات، کریڈٹ کی بلند سطح، 1965 کی جنگ کے باعث ایم ایس میں کمی آگئی، فصلیں تباہ ہوگئیں۔	A
1970 کی دہائی سے 1980 کی دہائی تک	برآمدات کا فروغ	تجارتی پابندیاں ختم کر دی گئیں اور مختلف اصلاحات کے ذریعے برآمدات کو فروغ دیا گیا۔	توسیعی زری پالیسی، ایم ایس کی بلند سطح پست افزائش اور بلند افراط زر کا باعث بنی۔	C
1980 کی دہائی سے 1990 کی دہائی تک	برآمدات کا فروغ	برآمدات میں ڈھانچہ جاتی اصلاحات اور استحکام، ادائیگیوں کے بحران نے شدید ضمنی اثرات مرتب کئے۔	بیرونی قرضوں اور بینک قرضوں سے مالی خسارہ کے باعث افراط زر کی شرح بلند ہو کر 82-1981 میں 12.6 فیصد تک پہنچ گئی۔ 1985 میں کم غیر ملکی قرضوں اور قرضوں کے ڈھانچے میں ردوبدل کے باعث افراط زر کی شرح 6 فیصد تک قابو میں رہی۔	B
1990 تا 2002	برآمدات کا فروغ	ادائیگیوں کے توازن میں بہتری اور غیر ملکی سرمائے اور ملک میں سرمائے کی آمد۔	افراط زر دوبارہ بلند ہوگئی، بلند شرح سود، پست جی ڈی پی، بلند بیرونی خسارہ، بلند شرح غربت۔	D
2002 تا 2007	برآمدات کا فروغ	ٹیکسٹائل شعبے کی افزائش کے ساتھ غیر مستحکم سیاسی صورتحال اور ناقص بنیادی ڈھانچہ۔	میکرو اکنامک بحران، بلند افراط زر، بلند شرح بیروزگاری وغربت۔ 05-2004 میں معاشی افزائش 8.6 فیصد کی بلند ترین سطح کو پہنچ گئی۔ 2006 میں سخت زری پالیسی۔	B
2008-09	درآمدی متبادل	مالیاتی بحران اور ادائیگیوں کے توازن میں خسارے اور بڑی حد تک ایگرو انڈسٹری میں درآمدی متبادل کے باعث۔	زری توسیع اور مالی عدم توازن۔ پست افراط زر، غربت کی شرح 22.3 فیصد پر پست رہی اور بیروزگاری میں کمی آئی۔	C
2008-2010	برآمدات کا فروغ	صنعتی اور مالیاتی نظام میں حکومت پاکستان کی جانب سے مضبوط معاشی اصلاحات۔	2008 میں توسیعی مالی پالیسی متعارف کرائی گئی لیکن خسارے، امن وامان کے دباؤ، کمزور مالی کارکردگی کے باعث یہ زیادہ دیر نہ چل سکی۔	B
2010-2018	مخلوط حکمت عملی	اس دور میں حفاظتی سوچ کے باعث برآمدات کا دائرہ محدود رہا اس لئے درآمدی متبادل میں معاونت پاکستانی حکومت کی پالیسی رہی۔	جمود کا شکار زری پالیسی لیکن مالی پالیسی ٹیکس وصولی میں اضافہ، بلند اخراجات۔	D

رہنمائی: A: شاندار، B: قابل قبول حد تک اچھی، C: کسی حد تک، D: بالکل نہیں

PKR

آراء

اقتصادی راہداری کی ترقی اور پاکستان میں کثیر جہتی غربت[1]

گنتر سوگیارتو

پرنسپل اکانومسٹ
پاکستان ریزیڈنٹ مشن، ایشیائی ترقیاتی بینک

دیوان مشتاق

کنسلٹنٹ
پاکستان ریزیڈنٹ مشن، ایشیائی ترقیاتی بینک

تعارف

ترقی کا اصل مقصد لوگوں کی فلاح میں بہتری لانا ہے۔ لوگوں کی فلاح پر زور دینا پاکستان جیسے ملک کے لئے خاص طور پر اہم ہے جہاں غربت شدید ہے اور کئی صورتوں میں دیکھنے کو ملتی ہے مثلاً بنیادی ضروریات و خدمات، تعلیم، صحت، پانی اور سینی ٹیشن تک رسائی کی کمی وغیرہ۔ ان تمام محرومیوں کا احاطہ کثیر جہتی غربت کے انڈکس (Multidimensional Poverty Index) کے تحت کیا جاتا ہے لیکن آمدنی یا اخراجات پر مبنی غربت کے اقدامات میں یہ چیزیں نہیں آتیں۔ اس بناء پر کثیر جہتی غربت کا انڈکس ترقی کی پیمائش کے لئے زیادہ موزوں ہے جو پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد سے بھی ہم آہنگ ہے۔

مالی یا آمدنی کی غربت کم کرنے میں پاکستان کی کارکردگی اچھی رہی ہے لیکن سماجی اشاریوں میں اس طرح بہتری نہیں آئی۔ گزشتہ ایک دہائی کے عرصے میں قومی سطح پر آمدنی کی شرح غربت 50 فیصد سے بھی زیادہ تک کم ہوگئی ہے جو 2015-16 میں 24.3 فیصد تھی۔[2] حکومت کا بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جو خاتون سربراہ والے غریب گھرانوں کو براہ راست رقوم فراہم کرتا ہے، بھی غربت کم کرنے میں مدد دے سکتا ہے لیکن مزید اقدامات کرتے ہوئے یہ بات یقینی بنائی جائے کہ غربت کے خلاف ہماری جنگ میں کوئی پیچھے نہ رہ جائے اور بحیثیت مجموعی سماجی اشاریوں میں بہتری آئے۔

سماجی اشاریوں پر پاکستان کی کارکردگی علاقائی اور عالمی معیارات سے پیچھے رہی ہے۔ مثال کے طور پر 'ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس' (ایچ ڈی آئی) اور 'گلوبل ہنگر انڈکس' (جی ایچ آئی) کے اعتبار سے جنوبی ایشیائی ممالک میں پاکستان کا رینک سب سے نیچے ہے۔[3] دیگر متعلقہ اشاریوں کی کارکردگی بھی کچھ اتنی حوصلہ افزاء نہیں ہے (شکل 1)۔

پاکستان میں معاشی افزائش اور سماجی و معاشی اشاریوں کے درمیان غیر موافق تعلق کے پیش نظر غربت کی پیمائش کے لئے زیادہ جامع طریقہ

شکل 1: سماجی ترقی کے میدان میں جنوبی ایشیائی ممالک میں پاکستان کی کارکردگی

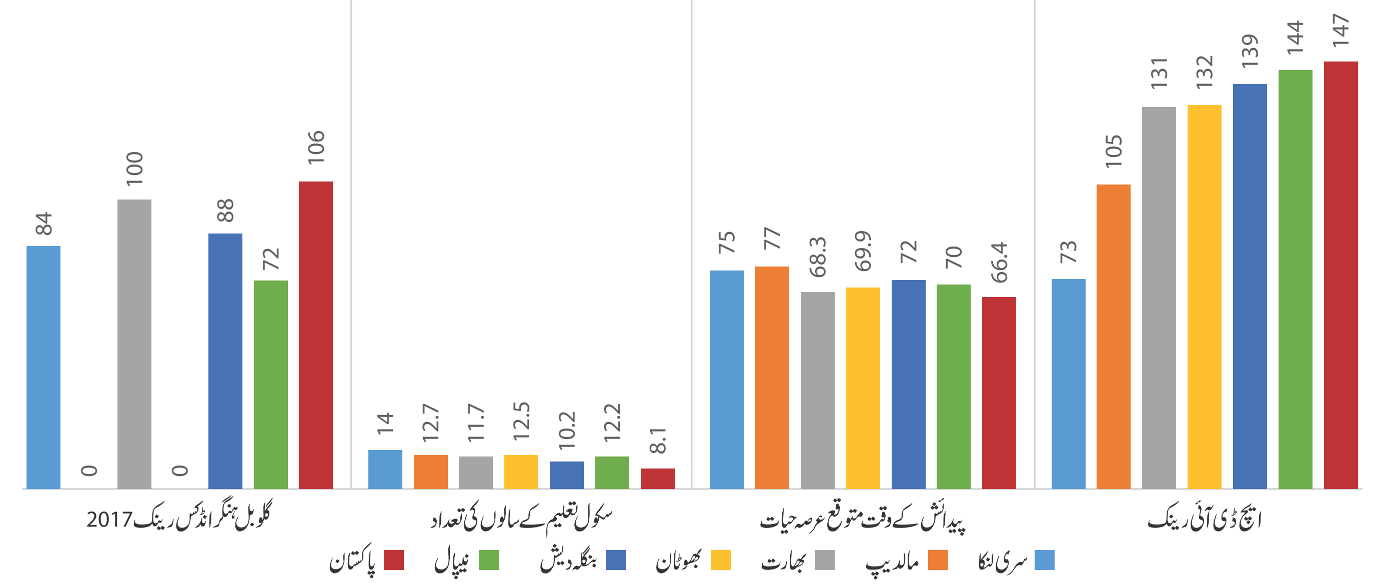

ذریعہ: سماجی اشاریوں پر اقوام متحدہ اور ایشیائی ترقیاتی بینک کا ڈیٹا بیس

1 اس تحریر میں پیش کی گئی آراء مصنفین کے ذاتی خیالات پر مبنی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ ایشیائی ترقیاتی بینک (اے ڈی بی) یا اس کے بورڈ آف گورنرز یا ان حکومتوں، جن کی وہ نمائندگی کرتے ہوں، کے خیالات اور پالیسیوں کی عکاسی کرتے ہوں۔ ایشیائی ترقیاتی بینک اس تحریر میں دیئے گئے اعداد و شمار کی مصدقہ حیثیت کی ضمانت نہیں دیتا اور ان کے استعمال سے پیدا ہونے والے کسی بھی نتائج کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

2 قومی غربت رپورٹ 2015-16، منصوبہ بندی کمیشن، پاکستان۔

3 جی ایچ آئی میں چار عناصر کا احاطہ کیا جاتا ہے جن میں ناقص غذائیت، بچوں کی کمزوری، چھوٹا قد اور شرح اموات شامل ہیں۔

اپنانا پڑتا ہے اور اسی بناء پر کثیر جہتی غربت کا طریقہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کثیر جہتی غربت کے انڈکس میں غربت کو کئی پہلوؤں سے دیکھا جاتا ہے جو محض آمدنی تک محدود نہیں۔ ان پہلوؤں میں دیگر انواع کی محرومی مثلاً صحت، تعلیم، رہائش اور رہن سہن کے معیارات سے متعلق دیگر پہلو شامل ہیں۔ لہٰذا ایک فریم ورک کے طور پر کثیر جہتی غربت کا طریقہ اس بات کا جائزہ لینے کے لئے اہمیت کا حامل ہے کہ اقتصادی راہداری سے ہونے والی ترقی اور ترقی کی دیگر سرگرمیاں کس طرح انجام دی جائیں۔ اس کا مقصد اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ ترقی کے نتائج زیادہ شمولیت پر مبنی اور پائیدار ہوں۔

پاکستان میں کثیر جہتی غربت انڈکس کی صورتحال

ایک اندازے کے مطابق 38 فیصد پاکستانی آج بھی کثیر جہتی لحاظ سے غریب ہیں اور وہ اوزانی اشاریوں کے 44 فیصد میں اوسطاً محرومی کا شکار ہیں (شکل 2)۔

شکل 2: پاکستان میں کثیر جہتی غربت

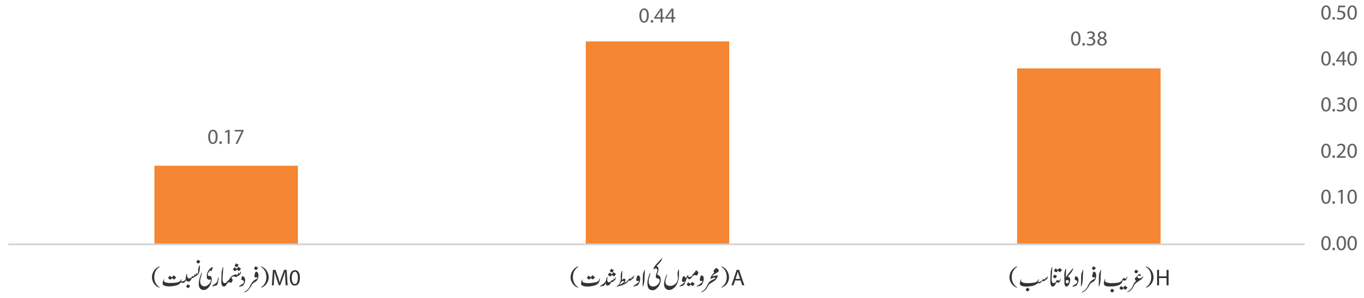

ذریعہ: پی ایس ایل ایم 15-2014 پر مبنی تخمینہ جات

کثیر جہتی غربت شہری علاقوں (جہاں 7 فیصد سے کم لوگ غریب ہیں) کے مقابلے میں دیہی علاقوں (جہاں 100 میں سے تقریباً 46 افراد کثیر جہتی لحاظ سے غریب ہیں) کہیں زیادہ ہے اور صوبوں کے درمیان موازنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچستان غریب ترین صوبہ ہے (39.4 فیصد) جہاں غربت کے انڈکس سب سے کم غریب صوبے پنجاب (15.2 فیصد) کے مقابلے میں دوگنا سے بھی زیادہ ہیں۔

کثیر جہتی غربت پر چین پاکستان اقتصادی راہداری یا سی پیک کے اثرات کا اندازہ لگانے کے لئے اس کے تین مجوزہ روٹس کا جائزہ لیتے ہوئے کثیر جہتی غربت پر اقتصادی راہداری کی ترقی کے ممکنہ اثرات کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس بات کو یقینی بنانا اہم ہے کہ اقتصادی راہداری سے ہونے والی ترقی سب کی شمولیت پر مبنی ہو (جدول 1)۔

تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ سی پیک کے مشرقی اور مرکزی روٹس کے مقابلے میں مغربی روٹ پر کثیر جہتی غربت کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ مزید برآں، نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ پکانے کے لئے غیر صحت بخش ایندھن کا استعمال، ہجوم زدہ رہائش، ایسے گھر جن کی دیواروں کو بہتر نہیں بنایا گیا، سینی ٹیشن کی غیر موزوں سہولیات اور چھوٹے اثاثوں کی کمی جیسے پہلو بھی محرومی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور یہ بات تینوں روٹس پر صادق آتی ہے۔ مزید برآں، سکول سہولیات اور صحت کی سہولیات کا ناکافی استعمال وہ دیگر اشاریئے ہیں جن میں محرومی معتدل حد تک بلند ہے۔ امکان یہی ہے کہ سی پیک کے پراجیکٹس سے کثیر جہتی غربت کے ان اہم پہلوؤں کا براہ راست ازالہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا سی پیک کے پراجیکٹس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے روزگار کے مواقع سے ہونے والی آمدنی اور دیگر کے ساتھ ساتھ عوامی سہولیات پر بھی سرمایہ کاری کی جائے تاکہ کثیر جہتی غربت فریم ورک میں اجاگر کئے گئے اہم پہلوؤں میں بہتری لائی جاسکے۔ اس کا مقصد سی پیک کے اثرات کو ’غریب حامی‘ بنانا ہے۔

اس بات کی مزید تصدیق ”لاجسٹکس ریگریشن“ (Logistics Regression) کے نتائج سے بھی ہوتی ہے جو پاکستان میں کثیر جہتی غربت کم کرنے والے متعلقہ عوامل کے اثرات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ معاشی افزائش اور روزگار غربت میں کمی کے لئے ضروری شرائط ہیں لیکن کثیر جہتی غربت کم کرنے میں یہ معمولی اثر دکھاتے ہیں۔ وسیع معنوں میں یہ پاکستان کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر ہونے والی کئی مطالعاتی سرگرمیوں کے نتائج سے بھی موافق ہے۔ مثال کے طور پر ایک حالیہ مطالعاتی تحقیق جس میں پاکستان سمیت 78 ترقی پذیر ممالک میں معاشی افزائش اور کثیر جہتی غربت کے درمیان تجرباتی تعلق کا جائزہ لیا گیا، کا حاصل یہ رہا کہ معاشی افزائش جہاں غالباً کثیر جہتی غربت کم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے وہیں بہترین حد تک اس کے اثرات خاصے معتدل رہتے ہیں جن میں کچھ لچک بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔[4] اس سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ اقتصادی راہداری کی ترقی سے اگر محض روزگار اور معاشی افزائش پیدا ہوتی ہے تو کثیر جہتی غربت کم کرنے میں اس کا اثر محض معتدل ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کثیر جہتی غربت میں بامعنی حد تک کمی لانے والے دیگر عوامل کو بھی بہتر بنانا ضروری ہے مثلاً بچوں کے حفاظتی ٹیکے، رہائش کے بہتر حالات، صاف پانی تک رسائی، پکانے کا موزوں تیل اور سکول تعلیم کے سالوں کی زیادہ تعداد وغیرہ۔

لہٰذا اقتصادی راہداری سے ہونے والی ترقی کے اثرات کو ’غریب حامی‘ بنانے اور اس کے نتیجے میں زیادہ شمولیت پر مبنی افزائش کے حصول کے لئے حکومت کو ضمنی اور ہدف پر مبنی معاون اقدامات وضع کرنا ہوں گے۔ یہ اقتصادی راہداری کی ترقی کے مقاصد اور حکومت پاکستان کے وژن 2025 سے بھی ہم آہنگ ہے جس کے تحت 2025 تک غربت کی سطح نصف کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔ کچھ ممکنہ پالیسیاں یہ ہو سکتی ہیں کہ حکومت مقامی لوگوں کے لئے روزگار اور چھوٹے کاروبار کی سرگرمیوں کو ترویج دینے والے اقدامات کرے اور ساتھ ہی عوامی سہولیات یعنی سکول، حفظان صحت کی سہولیات، بہتر سینی ٹیشن اور اس طرح کی دیگر سہولتیں بھی فراہم کرے۔

قصہ مختصر، غربت کم کرنے کی حکمت عملی تبھی کامیاب ہوگی کہ اس کے تحت تیز رفتار، پائیدار اور سب کی شمولیت پر مبنی افزائش کے فروغ کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اصل چیلنج یہ ہے کہ افزائش بڑھانے کی پالیسیوں کو ایسی پالیسیوں کے ساتھ کس طرح جوڑا جائے جن کی بدولت غریب افراد اس سے پیدا ہونے والے مواقع سے بھرپور استفادہ کر سکیں اور اس طرح افزائش کے عمل میں حصہ دار بن سکیں۔ اس بناء پر آگے کی طرف بڑھتے ہوئے حکومت پاکستان اور دیگر اہم متعلقہ فریقوں کو مل کر کام کرنا ہوگا اور اس امر کو یقینی بنانا ہوگا کہ اقتصادی راہداری کی ترقی سے معاشرے کے انتہائی محروم طبقات کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوں تاکہ سب کی شمولیت پر مبنی افزائش کو فروغ ملے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں یہی بات اس طرح کہی جائے گی کہ ”ایک دوسرے کی خاطر“۔

جدول 1: مجوزہ سی پیک روٹس پر کثیر جہتی غربت کی پیمائش

روٹ	بڑے اضلاع	کثیر جہتی غربت
مرکزی روٹ	گوادر، تربت، پنجگور، خضدار، رتوڈیرو، کشمور، راجن پور، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، کوہاٹ، پشاور اور حسن ابدال	0.26
مشرقی روٹ	گوادر، تربت، پنجگور، خضدار، رتوڈیرو، کشمور، راجن پور، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، ملتان، فیصل آباد، پنڈی بھٹیاں، راولپنڈی اور حسن ابدال	0.21
مغربی روٹ	گوادر، تربت، ہوشاب، پنجگور، بسیما، قلات، قلعہ سیف اللہ، ژوب، ڈیرہ اسماعیل خان، میانوالی، اٹک اور حسن ابدال	0.46

ذریعہ: پی ایس ایل ایم 15-2014 پر مبنی تخمینہ جات۔ نوٹ: k=0.3

4 سینٹوز، ایم ای۔ ڈابوس، سی۔ ڈیلبیانکو، ایف (2016)۔ Growth and poverty revisited from a multidimensional perspective۔ او پی ایچ آئی ورکنگ پیپر 105، یونیورسٹی آف اوکسفرڈ۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.ophi.org.uk/wp-content/uploads/OPHIWP105.pdf

انٹرپرینیورشپ، ٹیکنالوجی اور جدت: ریاست بطور تبدیلی کی قوت

ڈاکٹر شوکت حمید خان[1]

سابق کوآرڈینیٹر جنرل کامسٹیک
(او آئی سی سٹینڈنگ کمیٹی آن سائنٹیفک اینڈ ٹیکنالوجیکل کوآپریشن)

ریکٹر
غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی

تعارف

پاکستان اس وقت زوال صنعت کے سنگین خطرے سے دوچار ہے اور جدید ٹیکنالوجی کے محرکین اور اس کی خلل انگیز نوعیت کو پوری طرح سمجھا نہ گیا اور اسے سرکاری پالیسی کا ایک اہم ستون نہ بنایا گیا تو پست مہارتوں، پست پیداواری صلاحیت اور پست توقعات کی تلوار اسی طرح سر پر لٹکتی رہے گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ٹیکنالوجی کے کردار اور اس کے ضمنی اثرات کو پوری طرح سمجھا جائے جو ترقی اور افزائش کے اصل محرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سمت کے ازسرِنو تعین کے بغیر خدشہ ہے کہ پاکستان ان بڑی تنظیمی تبدیلیوں سے محروم رہ جائے گا جو اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی و اطلاعات کے انقلاب برپا کر رہی ہیں۔ مسابقتی حیثیت کم ہو رہی ہے، تنظیمی تبدیلیوں کا عمل سست ہے اور افرادی قوت کی مہارتیں نامناسب ہیں اور ان سب کی وجہ سے پیداواری صلاحیت اور جدت جمود کا شکار ہو رہی ہیں۔

یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ریاست ٹیکنالوجی کو آگے بڑھانے اور ٹیکنالوجی انٹیلی جنس کی فراہمی میں تبدیلی کی قوت کا کردار ادا کرے تاکہ پیداواری صلاحیت اور انٹرپرینیورشپ (Entrepreneurship) بالخصوص چھوٹے و درمیانے کاروباری اداروں کو فروغ ملے۔

عالمی تقاضے

پاکستان میں ٹیکنالوجی کے بہتر حصول اور اس کی مینجمنٹ کو فروغ دینے والی سرکاری پالیسیوں کے تعین کے لئے ضروری ہے کہ عالمی معیشت کی ابھرتی ہوئی ساخت کو پوری طرح سمجھا جائے جس کی منفرد خصوصیات یہ ہیں:

i. 1970 سے 1990 کی دہائیوں نے ثابت کر دیا کہ کارخانہ سازی یا مینوفیکچرنگ کہیں بھی ہو سکتی ہے اور یہ تبدیلی[2] الٹے پاؤں پلٹتی نظر نہیں آتی۔ اب تو ڈیزائننگ بھی کہیں بھی بیٹھ کر کی جا سکتی ہے۔

ii. تقریباً سبھی ترقی یافتہ معیشتوں کو اب کسی نہ کسی حد تک ''علوم پر مبنی معیشتیں'' قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ اپنی اس حیثیت کو ٹھوس شکل دینے کے لئے مزید اقدامات کر رہی ہیں اور زیادہ سے زیادہ علوم اور مسابقتی حیثیت حاصل کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی پیداواری صلاحیت کی افزائش سست بھی پڑ جائے تو ٹیکنالوجی میں ان کی مہارت بڑھانے کی رفتار پھر بھی کم نہیں ہوتی۔ دیگر درونی عوامل اپنی جگہ موجود ہیں جو اداروں کی بھرپور صلاحیت اور تیزی سے نقل پذیر انسانی وسائل کی ترویج کر رہے ہیں اور دوسری جانب معاون وسائل حاصل کرنے کے لئے سٹریٹجک اتحاد بنائے جا رہے ہیں۔

iii. ترقی پذیر ممالک میں بھی 1970 کی دہائی کے بعد سے غیر ہنرمند افرادی قوت کی مانگ میں تیزی سے کمی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ ان تمام ابھرتی ہوئی معیشتوں میں سرکاری پالیسی نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔

iv. صنعت کاری کی راہ پر قدم بڑھانے والے بعض نئے ایشیائی ممالک میں ان سرگرمیوں کی بدولت چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے ارتقاء کے عمل سے گزرنے کے بعد بڑے عالمی کھلاڑیوں اور کاروباری گروپوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ یہ لوگ اب چاہے چھوٹے چھوٹے پارٹس اور سسٹمز کے تیار کنندگان ہوں یا خدمات، ڈیزائن اور تحقیق فراہم کرنے والے ادارے، اب سپلائی چین (Supply Chain) میں شروع سے آخر تک مکمل خدمات پیش کر رہے ہیں۔

v. تاہم محض سائنس، ٹیکنالوجی اور جدت کوئی جادوئی چھڑی نہیں ہے۔ معاشی ترقی ایک انتہائی پیچیدہ عمل ہے اور بھرپور افزائش کے تحقیقی مطالعہ سے حاصل ہونے والے تجربات ظاہر کرتے ہیں کہ ترقی کی دوڑ میں جو ممالک آگے نکل چکے ہیں پیچھے والے ممالک ان کے طریقے اسی طرح اپنا کر ان کے برابر نہیں آ سکتے۔ اس سفر میں کامیابی کے لئے ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کسی ملک کی استعداد اور سماجی صلاحیتوں کے درمیان مکمل مناسبت ضروری ہے۔

پاکستان میں ٹیکنالوجی، انٹرپرینیورشپ اور جدت کی موجودہ صورتحال

عالمی مسابقتی[3] انڈکس، 2017-18 میں پیداواری صلاحیت اور مسابقتی حیثیت میں اپنا کردار ادا کرنے والے 12 'ستون' طے کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چار ستون تعلیم، صحت اور مہارتوں سے متعلق ہیں جبکہ بالواسطہ ستونوں میں ٹیکنالوجی کے لحاظ سے تیاری (جس میں یہ پیمائش کی جاتی ہے کہ کوئی ملک موجودہ ٹیکنالوجیز کو پیداواری صلاحیت بہتر بنانے کے لئے کس طرح کام میں لاتا ہے) کے علاوہ لیبر مارکیٹ کی کارکردگی شامل ہیں۔

بحیثیت مجموعی پاکستان کا رینک اس وقت کافی پست یعنی 137 ممالک میں 115 ہے۔ دوسری جانب ترکی کا رینک 53، بھارت کا 40، ملائشیا کا 23 اور آئرلینڈ کا 24 ہے۔ جدول 1 میں عالمی انڈکس کے نویں اور بارہویں ستون، جو بالترتیب ٹیکنالوجی کے لحاظ سے تیاری اور جدت کی استعداد سے متعلق ہیں، کے لئے ان منتخب ممالک کی رینکنگ کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

آخری قطار میں دیئے گئے پیٹنٹس (Patents) کی صورتحال ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی کا اندازہ لگانے کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ تعلیم پر کم سرمایہ کاری ٹیکنالوجی کی مہارتیں حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے اور یوں پیٹنٹس کے حوالے سے رینکنگ پست رہ جاتی ہے۔ اس شعبے میں پاکستان کی کارکردگی کافی بری ہے۔ اس کے مقابلے میں آئرلینڈ نے اپنی افرادی قوت کی تعلیم اور مہارتوں میں نمایاں بہتری پیدا کی ہے[4] جہاں 1972 میں 50 فیصد افرادی قوت پرائمری تعلیم کی حامل تھی جو 2002 میں 8 فیصد تک آ گئی جبکہ ٹرشری (Tertiary) تعلیم کے حامل افراد کا حصہ اسی عرصے کے

1 ڈاکٹر شوکت حمید خان تحقیق و ترقی اور تدریس کے علاوہ 150 ملین ڈالر سے زائد تک کی پیداواری سرگرمیوں (جن سے تیار ہونے والے ہائی ٹیک آلات جنوب مشرقی ایشیا، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ برآمد کئے گئے) سے وابستہ رہے ہیں۔ ممبر (پلاننگ کمیشن) کی حیثیت سے انہوں نے 2007 میں ''وژن 2030'' تحریر کیا۔ وہ ایک رہوڈز سکالر ہیں اور 2005 میں پی اے ای سی سے چیف سائنٹسٹ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

2 پاسکل لامی (جولائی 2004)۔ The future of the World Economy; What Place for EU Industries?

3 عالمی مسابقتی رپورٹ (Global Competitiveness Report)، 2017-18، (مدیر: کلاس شواب، ورلڈ اکنامک فورم)۔

جدول 1: منتخب ممالک میں ٹیکنالوجی کے لحاظ سے تیاری اور جدت

بحیثیت مجموعی عالمی رینک، 137 ممالک میں	پاکستان	ترکی	ملائشیا	آئرلینڈ	بھارت
	114	53	40	23	24
نواں ستون: ٹیکنالوجی کے لحاظ سے تیاری	**111**	**62**	**46**	**18**	**107**
جدید ترین ٹیکنالوجی کی دستیابی	70	57	35	🟩 33	🟥 72
فرم کی سطح پر ٹیکنالوجی کو اپنانے کی صلاحیت	🟥 88	36	🟩 17	21	73
ایف ڈی آئی اور ٹیکنالوجی کی منتقلی	🟥 69	61	13	🟩 1	59
انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد، فیصد	🟥 124	70	32	🟩 24	100
فکسڈ براڈ بینڈ انٹرنیٹ صارفین، فیصد	🟥 107	59	75	🟩 28	105
انٹرنیشنل انٹرنیٹ بینڈ/وڈ تھ، kb/s فی صارف	119	60	26	🟩 22	🟥 124
بارہواں ستون: جدت	**60**	**🟥 69**	**22**	**🟩 19**	**29**
جدت کی استعداد	🟥 80	74	🟩 14	19	42
سائنسی تحقیقی اداروں کا معیار	67	🟥 100	24	🟩 19	35
کمپنی تحقیق و ترقی	52	🟥 69	🟩 15	20	23
تحقیق و ترقی میں یونیورسٹی اور انڈسٹری کا اشتراک	63	🟥 66	🟩 11	13	26
سرکاری خریداری (ایڈوانسڈ ٹیکنالوجی مصنوعات)	33	🟥 64	🟩 4	60	8
سائنسدانوں اور انجینئروں کی دستیابی	🟥 63	49	🟩 7	21	32
پی سی ٹی پیٹنٹس (PCT Patents)، درخواستیں فی ملین	🟥 105	39	40	🟩 19	63

رہنمائی: 🟩 بہترین 🟥 بدترین

دوران 9 فیصد سے بڑھ کر 35 فیصد تک پہنچ گیا۔ ان رینکنگ اور ان کے ساتھ ہمارے برآمدی مواد[5] کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے (شکل 1) کہ پاکستان میں صنعتی استعداد کیوں رو بہ زوال ہے۔

کارخانہ سازی میں تیار ہونے والی اشیاء یا خدمات، ہائی ٹیکنالوجی یا آئی سی ٹی کی اشیاء میں ہماری برآمدات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ہمارے ملک کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم کارخانہ سازی کے وسیع اور متنوع نوعیت کے مرحلے سے گزرے بغیر بے رحمانہ انداز میں زرعی معیشت سے خدمات پر مبنی معیشت کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

شکل 1: منتخب ممالک میں کارخانہ سازی/برآمدات کی صورتحال، 2016

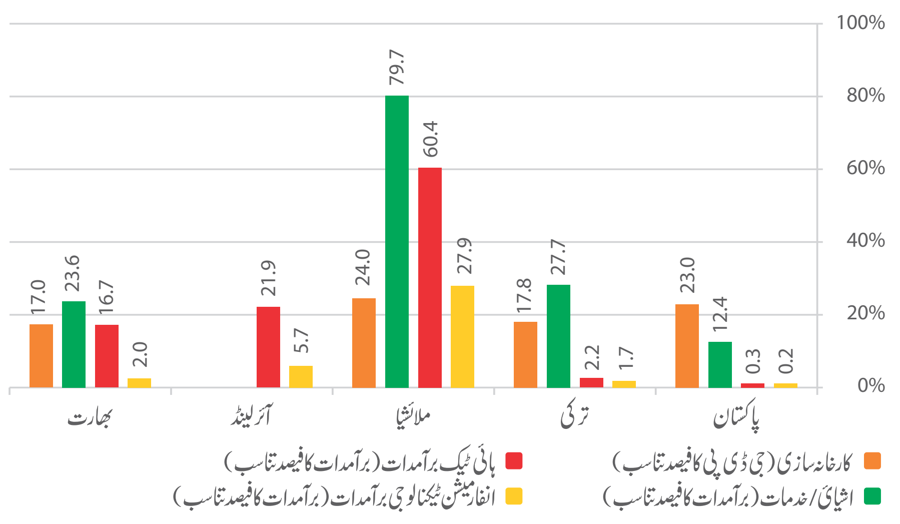

پاکستان کو لاحق مہارتوں کے عارضہ کا علاج

ہمارے بنیادی ڈھانچے کی دیکھ بھال کون کرے گا یا اشیائی، خدمات یا اشیائے خورد و نوش کی بہتر پیداوار کس طرح ممکن ہوگی؟ ہم وہ اشیاء و خدمات کس طرح پیدا کریں گے جن کی عالمی تجارت میں مانگ ہے اور ہماری برآمدات محض 'سرپلس' سے کس طرح آگے بڑھیں گی؟

پاکستان کو 'پست مہارتوں، پست پیداواری صلاحیت، پست توقعات' کے اس عارضہ سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ باعلم کارکن کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پی ایچ ڈی کا حامل ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد مختلف، قابل تصدیق، اعلیٰ مہارتوں کی حامل ہو۔ افرادی قوت کے بارے میں دستیاب تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق 44 فیصد افرادی قوت ناخواندہ ہے جبکہ مزید 32 فیصد نے صرف آٹھ سالہ سکول تعلیم حاصل کی ہے۔ بحیثیت مجموعی 12 سے 17 سال عمر کے افراد میں صرف 2.5 فیصد ایسے ہیں جنہوں نے مہارتوں کا کوئی باضابطہ کورس کیا ہے جبکہ ترکی، ایران اور ملائشیا میں یہ تناسب بالترتیب 45 فیصد، 24 فیصد اور 21 فیصد ہے۔

طبعی یا سماجی شعبوں میں تحقیق کے پیمانے اور معیار پر نظر دوڑائیں تو 2016 میں پاکستان سے تقریباً 8,000 سائنسی تحقیقی آرٹیکل شائع ہوئے جبکہ ایران سے تقریباً 30,000 اور ترکی سے 28,000 آرٹیکل شائع ہوئے۔[6] سوشل سائنس اور ہیومینٹیز میں تو صورتحال اس سے بھی بدتر ہے جس میں شائع شدہ تحریروں کی تعداد 2016 میں صرف 17 تھی جبکہ ترکی، ایران اور ملائشیا میں یہی تعداد بالترتیب 366، 120 اور 88 تھی۔

ٹیکنالوجی مینجمنٹ اور انٹرپرینیورشپ: تبدیلی کی قوت کون بنے گا؟

ٹیکنالوجی مینجمنٹ میں مختلف کام یا مختلف سرگرمیاں یا ٹیکنالوجی کی مختلف

4 یونیسکو اور عالمی بینک کے اعداد و شمار، www.oecd.org/documents_2005۔ 2005 کی دستاویزات سے بھی استفادہ کیا گیا۔
5 وفاقی ادارہ شماریات، 2018۔
6 Science Citation Index Expanded (SCI-EXPANDED)۔ 1975 سے تاحال۔